

لُبِّ لباب

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لُبِّ لباب

حصّہ اوّل

مجموعہ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

کیوں زندگی کا کھولا گیا ہم پہ باب ہے
کرنے کو غور دی گئی روشن کتاب ہے

طارق سمجھ میں آ گیا ہے مقصدِ حیات
ہو معرفت خدا کی یہ لبِّ لباب ہے

کتاب : لُبِّ لباب حصّہ اوّل

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سن اشاعت: فروری ۲۰۲۱

ملنے کا پتہ : 55 Combemartin Road, London SW18 5PP

Email: bajwauk@hotmail.com

کمپوزیشن: ثاقب محمود احمد / نابغہ طاہر باجوہ

سرورق : 15 ملین نوری سالوں کے فاصلے پر واقع کہکشاں میسیئر 83 Messier کا ستاروں کی تخلیق کا منظر

بشکریہ ESO / نابغہ طاہر باجوہ



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

این چشمۂ رواں کہ ' بفضلِ خدا ' دہم

یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

انتساب

اپنے مرحوم والدین کے نام

☆- میری والدہ رشیدہ اقبال جنہوں نے ۳۲ سال کی عمر میں شہادت کا درجہ پا کر "عزّت کی زندگی اور عزّت کی موت" کا عملی سبق دیا۔

☆- میرے والدِ محترم چودھری خادم حسین اسد جن کے علم اور علم دوستی کے باعث میں وہ سب حاصل کر پایا جو آج میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنی رضا کی جنّتوں میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے

ذکرِ خیر

والدہ محترمہ رشیدہ اقبال صاحبہ

روزنامہ الفضل ربوہ

تاریخ شہادت ۱۷۔۳۔۱۹۶۵



بہیمانہ قتل کی انتہائی دردانگیز واردات

قتل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

30 03 65

ذکرِ خیر

والدِ محترم چودھری خادم حسین اسد

الفضل انٹرنیشنل لندن

تاریخ وفات ۱۸۔۷۔۲۰۰۹

مکرم چوہدری خادم حسین اسد صاحب

(ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن)

مکرم چوہدری خادم حسین اسد صاحب جو کنری سندھ میں رہتے تھے مورخہ 18 جولائی 2009ء کو مختصر علالت کے بعد حیدرآباد میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم خاکسار (ڈاکٹر طارق انور باجوہ) کے والد تھے۔ موصی تھے۔ ربوہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ مورخہ 7 اگست 2009ء کے خطبہ جمعہ کے بعد بیت الفتوح لندن میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت نماز جنازہ غائب پڑھاتے وقت فرمایا:

"چوہدری خادم حسین صاحب اسد۔ یہ بشیر آباد سندھ کے کنٹرولر رہے ہیں۔ سندھ میں تھے کنری میں رہتے تھے۔ ہمارے ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب جو یہاں ہیں ان کے یہ والد تھے۔" پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر و ہمت اور حوصلہ دے"۔

مرحوم 15 اگست 1930ء کو چک نمبر 563 گ ب شرقی ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں جب نویں جماعت کے طالبعلم تھے اپنے کلاس فیلو حمید اللہ ظفر صاحب مرحوم کی معرفت احمدیت کے بارہ میں پتہ چلا تو جولائی 1947ء میں قادیان چلے گئے اور وہاں بیعت کر لی۔ 14 اگست 1947ء کو پاکستان بننے کا اعلان ہوا تو قادیان میں مکرم صوبیدار عبدالرحمن صاحب کے ساتھ حفاظت مرکز کی ڈیوٹیاں دیں۔ اور وہاں مکرم عبدالرحمن صاحب" (سابق [illegible]) سے گو کبھی بھی پڑھتے رہے۔ آخری قافلہ کے ساتھ پاکستان آئے۔ گھر میں مخالفت کے باوجود آپ کے سمجھانے کے بعد آپ کے والد بہن بھائی آہستہ آہستہ احمدی ہو گئے حتی کہ یہ گاؤں جہاں پہلے کوئی احمدی نہ تھا اب احمدیوں کا گاؤں کہلاتا ہے۔ آپ کے والد صاحب محترم چوہدری بڑے خان نمبردار تھے اور بڑے بااثر زمیندار تھے۔ آپ احمدی ہوئے تو گاؤں کی ایک ہی مسجد میں پہلے غیر احمدی اور پھر احمدی نماز باجماعت پڑھتے۔ اس کے بعد انہوں نے گاؤں کے وسط میں اپنی زمین مسجد کے لئے دی جہاں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر ہوئی۔ انہوں نے شرط رکھی تھی کہ ان کی قبر مسجد کے احاطہ میں بنائی جائے۔ 1984ء میں مخالفین نے اس مسجد کو نقصان پہنچایا تو اس کی جگہ بہت خوبصورت اور بڑی مسجد تعمیر کی گئی اور ان کی قبر اب اس کے صحن میں آ گئی ہے جہاں نمازیوں کو دعا کی توفیق ملتی ہے۔ آپ کے گھر میں زمیندار ہونے کے باعث تعلیم کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی لیکن آپ ماسٹر اللہ بخش صاحب مرحوم کے مشورہ سے چنیوٹ آ گئے جہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب ربوہ تشریف لائے اور فضل عمر ہسپتال والی جگہ پر افتتاحی تقریب ہوئی اور چاروں کونوں میں بکرے ذبح کئے گئے تو آپ اس تقریب میں شامل تھے۔ اس کے بعد آپ تعلیم الاسلام کالج لاہور آ گئے جہاں رونگ (Rowing) ٹیم میں حصہ لینا شروع کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اس وقت پرنسپل تھے جن کی طرف سے ہر قسم کی سہولت میسر تھی اور آپ ٹیم کے کپتان کی حیثیت سے 1951ء سے 1953ء تک منتخب رہے۔

1954ء میں جب آپ نے بی اے کا امتحان پاس کر لیا تو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل ٹی آئی کالج (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی سفارش پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی تقرری M.N.Syndicate میں بطور کنٹرولر کی اور آپ ناصر آباد، محمود آباد سندھ آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بطور ٹیچر ملازمت اختیار کر لی۔ اور سندھ میں مختلف جگہوں پر بطور ٹیچر اور بعد میں بطور ہیڈ ماسٹر ہائی سکول طالبعلموں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی توفیق پائی۔ اس دوران بی ایڈ اور ایم اے بھی کیا۔

17 مارچ 1965ء کو آپ کی اہلیہ محترمہ رشیدہ اقبال صاحبہ کو کنری میں شہید کر دیا گیا۔ اس وقت آپ کے پانچ چھوٹے بچے تھے۔ اس موقع پر انتہائی صبر اور ہمت سے آپ نے بچوں کو تین سال تک ماں اور باپ بن کر سنبھالا اور ان کی تعلیم جاری رکھی۔ جس کے بعد آپ نے دوسری شادی 1968ء میں محترمہ قمر الاسلام صاحبہ مرحومہ سے کی۔

آپ انتہائی خوش مزاج، ملنسار، منکسر المزاج، باوفا اور دین کے لئے غیرت رکھنے والے اور بہت نڈر اور دلیر تھے۔ ساتھ بیٹھنے والے کے علم کے معیار کے مطابق اس سے بات کرتے۔

1953ء میں جب لاہور میں فسادات ہوئے تو آپ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) جو اس وقت پرنسپل ٹی آئی کالج تھے کے ساتھ حفاظت کی ڈیوٹیاں دیتے رہے جس پر آپ نے انہیں "اسد" کا خطاب دیا اور ٹی آئی کالج میں خادم اسد کے نام سے مشہور تھے۔

سندھ میں دوران ملازمت انہیں مختلف جگہوں میں محض احمدی ہونے کی وجہ سے ٹرانسفر کر دیا جاتا لیکن کبھی پرواہ نہ کی اور جہاں بھی جاتے انتہائی دیانتداری کے ساتھ پڑھاتے اور بگڑے ہوئے سکول سنور جاتے۔ اردگرد کے ماحول میں اچھا اثر پڑتا اور تبلیغ کے لئے ماحول سازگار ہو جاتا۔ تھر میں ہندوؤں کے علاقہ میں بھجوایا گیا تو وہاں ہندوؤں کے بچوں کو پڑھا کر انہیں تبلیغ شروع کی تھی کہ وہ اپنی ہر تقریب میں "بھگت" کہہ کر انہیں بلاتے اور عزت دیتے۔

سارے سندھ میں ان کے شاگرد انہیں انتہائی عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ بہت سے طالبعلموں کو انہوں نے میٹرک کرنے میں مدد دی تاکہ وہ جامعہ احمدیہ میں داخل ہو سکیں۔ چنانچہ ان کے شاگردوں میں بہت سے مربیان سلسلہ بھی ہیں۔

ایک پبلک سکول کی بہت اچھی ملازمت انہوں نے اس لئے ٹھکرا دی کہ انہیں کہا گیا کہ احمدی ہونے کی وجہ سے "آفیسرز میس" میں دوسرے افسروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکیں گے۔

ان کی ساری زندگی سادگی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کرتے ہوئے گزری۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ کئی دفعہ اعتکاف کا بھی موقع ملا۔ مختلف جماعتی عہدوں پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ ایک لمبے عرصہ تک سیکرٹری تعلیم ضلع رہے۔

1993ء میں انہوں نے جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی توفیق پائی۔ خلافت سے ان کی محبت ان کے الفاظ سے چھلکا کرتی اور بہت گہرا اثر چھوڑ جاتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے خلافت سے پہلے سے تعلق تھا۔ آپ نے حضور انور ایدہ اللہ کی حالیہ تحریک وصیت کے بعد وصیت کی درخواست دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی وصیت قبول ہو گئی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت و رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ آپ کے درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

گو کہے عطّار خوشبو کوئی اس جیسی کہاں
عطر کی خوشبو بتائے خود کہ میں رکھی کہاں

ترتیب

باب دوم

نعتیہ کلام 143

باب سوم

کلام دربارۂ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام و خلفائ کرام 157

باب چہارم

باب پنجم

پنجابی شاعری

تعارف لُبِّ لباب

تحریر: ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے ٹیلفورڈ انگلینڈ

لُبِّ لباب ، ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی تصنیفِ اوّل ہے جسے قاری کی سہولت اور آسانی کے لئے آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کا انتساب دعاؤں کے ساتھ شاعر نے اپنی شہید والدہ محترمہ اور مرحوم و مغفور والد صاحب کے نام کیا ہے۔

"اپنی کہانی " کے زیرِ عنوان اظہارِ ذات میں خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ عقیدت اور ایمان و ایقان کو بہت ہی سندر الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اردو اور پنجابی ہر دو زبانوں میں باغِ سخن کے گل بُوٹے سجاتے ہیں۔ منظومات میں روحانی بزرگوں کی شفقتوں سے قلبی محبّت و عقیدت کا بھرپور ذکر کرتے ہیں۔ صبر و تقویٰ کی نورانی شکشا خیالات میں اس قدر بھرپور ہے کہ قاری کو تاریکی کہیں نظر نہیں آتی۔

خاکسار لُبِّ لباب پر ان چند حقیر سی سطور کے بعد محترم مصنّف کے لئے دست بہ دُعا ہے

"اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" آمین!

اختتام پر ذیل میں توشیحی نظم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے لئے احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔۔ گر قبول افتد!

توشیحی نظم

☆ڈ۔ا۔ک۔ٹ۔ر☆ط۔ا۔ر۔ق۔☆ا۔ن۔و۔ر۔☆ب۔ا۔ج۔و۔ہ۔☆

﴿ڈاکٹر﴾

﴿ڈ﴾۔۔ ڈوبتا دیکھا اندھیرا تو چمن روشن ہوا
حضرتِ طارق کے دامن میں سخن روشن ہوا
﴿ا﴾۔۔ اختیارِ قلب سے باہر نکل آئی دعا
عرش تک پہنچی ،محبّت کی ، دلوں سے التجا
﴿ک﴾۔۔ کہکشاں احساس کی نوکِ قلم پر آگئی
یوں لگا زرّیں گھٹا قرطاس پر ہے چھا گئی
﴿ٹ﴾۔۔ ٹمٹماتے ہر ستارے کا یقیں پختہ ہوا
چاند سے نکلا محبّت کی غزل کا سلسلہ
﴿ر﴾۔۔ رنگ جو قوسِ قُزح کے ہیں سبھی نظموں میں ہیں
واہ واہی کے خزانے شعر کی رمزوں میں ہیں

﴿طارق﴾

﴿ط﴾۔۔ طرّۂ علم و ادب ہر سر پہ تو سجتا نہیں
ساز اس پُستک کے جیسا ہر جگہ بجتا نہیں

﴿ا﴾۔۔ ارتعاشِ قلب کو تسکیں ملے الفاظ سے
یہ بھی طارق نے ہے پایا فکر کی پرواز سے

﴿ر﴾۔۔ رفعتِ کہسار تک تو زاغ نہ پہنچے کبھی
جذبۂ اشعار میں پرواز ہے توحید کی

﴿ق﴾۔۔ قصۂ افکار کا مرکز فقط شیریں حروف
شوق سے تسکین پائیں جن سے مومن کے ظروف

﴿انور﴾

﴿ا﴾۔۔ ابرِ بارانِ سخن ہے مہرباں " لُبِّ لباب "
ہیں عقیدت کے ترانے اس کے اندر بے حساب

﴿ن﴾۔۔ نو بہ نو اظہار کی کلیاں چٹکتی ہیں ہزار
نظم کی خوشبو سحر کی روشنی پر ہے سوار

﴿و﴾۔۔ وقت کے لمحات نے چرچے غزل کے کر دیئے
صحبتِ نورانیت نے شب میں تارے بھر دیئے

﴿ر﴾۔۔ راز دارِ عزم و ہمّت کھولتا ہے راز کو
آسماں تک لے کے جائے وقت کے شہباز کو

﴿باجوہ﴾

﴿ب﴾۔۔ بے بدل احساس سے ہے سج رہا " لُبِّ لباب "
فکر و فن کے مست جھونکوں میں سرورِ لاجواب

﴿ا﴾۔۔ ایک بابِ آبِ زر ہے آہنی دیوار میں
دولتِ اُلفت نکل کے آ گئی شاہکار میں

﴿ج﴾۔۔ جوہرِ علم و ادب کا ایک دفتر کُھل گیا
نور کے پانی سے طارق کا قلم بھی دھُل گیا

﴿و﴾ ۔۔ وادیٔ صبر و قناعت میں محبّت کا چمن
دوریوں میں قربتیں بھرنے میں شاعر ہے مگن

﴿ہ﴾۔۔ ہادیٔ بر حق سے الفت، رحمتِ حق کا شعور
خوش نصیبی ہے غزل اور نظم پر یکساں عبور

﴿ نتیجۂ فکر : ڈاکٹر منور احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ ﴾

اپنی کہانی

جنم تو میں نے اپنے ننھیالی گاؤں میں لیا تھا، لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کے ایک گاؤں چک نمبر ۵۶۵ گ ب شرقی، کے قریب میرے نانا کا فارم ہاؤس تھا اور چند میل دور میرے ددھیال چک نمبر ۵۶۳ گ ب میں رہتے تھے۔ میرے والد صاحب نے ۱۵ سال کی عمر میں اپنے کلاس فیلو دوست جو احمدی تھے، کے ساتھ قادیان جا کر جماعتِ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی جس کے بعد ان کے اکثر عزیز بھی احمدی ہو گئے اور ان کا گاؤں احمدیہ گاؤں کہلانے لگا۔ محترم والد صاحب نے ۱۹۵۴ میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے گریجویشن کیا تو پرنسپل صاحب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی سفارش پر ان کی تقرّری سندھ میں جماعت کی زمینوں پر بطور مینیجر ہو گئی۔ اس کے بعد وہ سندھ کے ہو کر رہ گئے۔ بعد میں سندھ میں ہی اسکول ٹیچر اور ہیڈ ماسٹر رہے۔ ۱۹۶۵ میں میری والدہ پر جبکہ وہ دسویں کے امتحان کا پرچہ دے کر ٹرین پر گھر واپس آ رہی تھیں، اکیلا دیکھ کر ایک خبیث النفس آدمی نے چلتی ٹرین میں چڑھ کر حملہ کیا، جس کا انہوں نے مقابلہ کیا لیکن اس کے خنجر کے پے در پے واروں کے نتیجہ میں اپنے حقیقی مولا کے حضور حاضر ہو گئیں، اس وقت میرا چھوٹا بھائی صرف چھ ماہ کا تھا اور ہم پانچ بہن بھائی تھے، جن کو تین سال تک والد صاحب نے اکیلے ہی سنبھالا۔ ہمارے گھر کا ماحول علمی اس لئے بھی تھا کہ والد صاحب خود تعلیم کے شعبے سے منسلک تھے اور بچوں کو محدود وسائل کے باوجود بہترین

تعلیم دینے کے خواہش مند بھی چنانچہ ہم سب بہن بھائیوں کو انہوں نے بساط بھر تعلیم دلوائی، خصوصاً مجھے کیڈٹ کالج حسن ابدال بھجوا دیا جہاں کی فیس اُس وقت ان کی تنخواہ سے کچھ ہی کم ہو گی۔

۱۹۷۱ میں کیڈٹ کالج میں نویں جماعت میں تھا جب اپنی پہلی نظم لکھی جو پاکستان کے دو لخت ہونے پر تھی نظم کا ایک شعر یاد رہ گیا ہے

جو اب ہے دیش بنگلہ تھا حصۂ وطن وہ

اب ہو گیا جدا ہے مجھ سے مرا چمن وہ

کیڈٹ کالج میں اردو کا مضمون ایف ایس سی تک پڑھا۔ اچھے شعر یاد کرنے اور سننے کا شوق وہیں پیدا ہوا۔ کالج میگزین میں اگرچہ باقاعدگی سے میرے مضامین ہر سال چھپے لیکن شعر کہنے کی طرف کبھی توجّہ نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۵ میں جب میڈیکل کالج میں داخلہ کا انتظار کر رہے تھے تو ایک نظم لکھی جو ایک دوست کی دکان کے افتتاح پر لکھی تھی۔ میڈیکل کی تعلیم کے دوران شاعری کی طرف نہ توجّہ تھی نہ فرصت۔

۱۹۸۴ میں فوج میں شامل ہوا۔ جنرل ضیا کا دور تھا اور احمدیوں پر سختیاں۔ ایسے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو ہجرت کرنا پڑی۔ اس وقت ایک نظم ”سچّی گل“ کے عنوان سے

لکھی جو ہفت روزہ" لاہور" نے شائع بھی کر دی۔ یہ نظم میں نے حضور کو بھجوا دی۔ اس پر حضور نے خط کے اوپر تحریر فرمایا

" اردو میں بھی لکھتے ہیں؟

لکھا کریں "

یہ خط تو میں نے سنبھال کر رکھا لیکن شعر لکھنے کی طرف نہ توجّہ ہوئی نہ فرصت ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ کے ساتھ صبح سیر کے دوران جانے کا موقع ملا تو سیر کے اختتام پر حضور کو کچھ جامعہ کے سٹوڈنٹ اپنے اشعار سنایا کرتے تھے جبکہ میں بھی ساتھ ہوتا تھا ۔ ایک دن میں اپنی ٹانگ میں درد کے باعث پیچھے رہ گیا تو حضور نے واپسی پر میرا انتظار کیا اور جب تک میں گاڑی میں بیٹھ نہ گیا قافلہ روانہ نہ ہوا۔ اس دن میں نے ایک نظم لکھی اور حضور کی خدمت میں پیش کی جو آپ نے اپنی ڈاک دیکھنے کے دوران پوری سنی اور مسکراتے رہے۔ اس کے بعد دو تین دفعہ دوبارہ ایسا موقع ملا اور حضور نے حوصلہ افزائی فرمائی، ایک دفعہ حضور لمبے دورہ پر تشریف لے گئے تو پنجابی میں حضور کی یاد میں ایک نظم لکھ کر بھجوائی جس پر حضور نے فرمایا

"اب تو آپ شاعر ہو گئے ہیں"

چند نظمیں 2011/2012 میں لکھ کر چند ایک دوستوں کو سنائیں لیکن سلسلہ اس سے زیادہ نہ بڑھا۔

۱۵ نومبر ۲۰۱۴ کو محمود ہال لندن میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی جانب سے مشاعرے کا انتظام کیا گیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بھی تشریف لائے حضور انور کی تشریف آوری سے قبل جن شعرا نے کلام پڑھا ان میں ، میں بھی شامل تھا اور یہ پہلا موقع تھا جب میں نے کسی مشاعرے میں اپنا کلام پڑھا۔ حضور انور کو جب بتایا گیا کہ پہلے پڑھنے والوں میں خاکسار بھی شامل تھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا:

" شاعر بن گئے ہیں! "

۱۸ مئی ، ۲۵ رمضان المبارک سن ۲۰۲۰ کو جب حضور ایدہ اللہ نمازِ جمعہ کے لئے تشریف نہ لائے اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے اعلان کیا کہ حضور ایدہ اللہ کو گرنے کی وجہ سے چوٹ لگ گئی ہے تو دل پر بہت اثر ہوا دعا کی بھی توفیق ملی۔

اسی رات کو ایک خواب میں دیکھا کہ ایک بہت عمدہ لمبی نظم پڑھ رہا ہوں اور خوب لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ اور نظم جیسے مجھے پوری یاد تھی ، اٹھا اور سوچا کہ لکھوں تو صرف اس کی ٹیون یاد تھی نظم بالکل بھول چکی تھی۔ اس ٹیون پر میں نے اسی وقت ایک غزل لکھنا شروع کی تو چند منٹوں میں غزل تیار ہو گئی اور وہ نظم لکھ کر حضور کی خدمت میں بھی بھجوا دی۔ اس سے مجھے خیال آیا

کہ اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ اب تم شعر لکھ سکتے ہو۔ اور اب شاعری سکھانے کا بھی وہ خود بندوبست کر دے گا۔ اس کے بعد کرونا کے بارے ایک دو نظمیں لکھیں جن کو پڑھ کر مکرّم مبارک احمد ظفر صاحب کا فون آیا کہ اگر آپ چند اشعار کا اضافہ کر دیں تو آپ کی نظم الفضل کو بھجوائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ میں نے مزید کچھ اشعار ان کی ہدایت کے مطابق لکھ دیئے اور یہ نظم روزنامہ الفضل میں شائع بھی ہو گئی۔

اس کے بعد محترم مبارک صدیقی صاحب نے خود رابطہ کر کے مجھے شاعری سے متعلق فون پر دو تین اسباق دیئے اور چند بنیادی باتیں بتائیں جن کا مجھے اس سے پہلے کوئی علم نہ تھا۔ ایک بزرگ شاعر محترم عبد الشکور صاحب نے عروض ویب سائٹ کے بارے میں بھی بتایا۔

مبارک صدیقی صاحب نے محترم مبارک احمد عابد صاحب سے رابطہ کروا دیا جو باقاعدگی سے میری کوشش کو دیکھ کر مناسب اصلاح دیتے اور اپنی قیمتی رائے سے نوازتے ہیں اللہ ان کو احسن جزا عطا فرمائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اساتذہ کا بھی خود انتظام فرما دیا۔ اور ۲۴ جون ۲۰۲۰ کے بعد اللہ کے فضل سے ہر روز ایک نظم یا غزل لکھنے کی توفیق مل رہی ہے الحمدللہ

اس کے علاوہ ایک ادبی گروپ کے دوست بھی اظہارِ رائے کر کے مدد فرماتے ہیں جن میں محترم عبد الشکور صاحب، محترم ڈاکٹر عامر خان اور مکرم نجیب احمد فہیم صاحب، ڈاکٹر منوّر

کنڈے صاحب اور ڈاکٹر اسحٰق ساجد صاحب باقاعدگی سے اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر میرے عزیزوں اور دوستوں کی حوصلہ افزائی اور دعائیں شامل ہیں۔ اللہ سب کو جزا دے ان کو بھی جن کا میں ذکر نہیں کر پایا۔ اب تک جو بھی اشعار میں نے کسی بھی شکل میں کہے ہیں حاضر ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ دعا ہے ان اشعار کا بہت سے دلوں پر مثبت اثر ہو۔ آمین

بچپن میں والدین سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سن کر ان کی عظمت دل میں بیٹھ گئی، کیونکہ میرے والدین نے براہِ راست ان کی خلافت کا لمبا دور دیکھا تھا۔ چھٹی جماعت میں جب اسکول کی لائبریری کے ناولوں کو ختم کر لیا اور ڈائجسٹوں سے اکتا گیا تو محترم والد صاحب نے پڑھنے کے لئے "حیاتِ نور" کتاب تجویز کی ,جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے میرا پہلا باقاعدہ تعارف ثابت ہوئی۔ ناولوں کے جھوٹ کے مقابل اس میں بیان کردہ حقیقت کہیں زیادہ دلچسپ لگی۔ چنانچہ اس کے بعد "حقیقۃ الوحی" کا مطالعہ کیا۔ میڈیکل کالج کے چوتھے سال میں رمضان المبارک کے دوران "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا مطالعہ میرے لیے ایک رنگ میں لیلۃ القدر ثابت ہوا۔

۱۹۹۰ میں لندن آنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ سے اور قربت کا تعلق بنا۔ میری اہلیہ ڈاکٹر ریحانہ بٹ، ان کی رجسٹرڈ ڈاکٹر یعنی جی پی تھیں تو ان کے ساتھ حضور سے ملنے کا موقع مل جاتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے خلافت کے بعد خاکسار کو اپنا ڈاکٹر بطور جی پی

منتخب فرمایا۔ چنانچہ ۲۰۱۹ تک اس رشتہ سے قریبی تعلق رہا۔ میری ریٹائرمنٹ کے بعد یہ فریضہ دوبارہ میری اہلیہ کے حصہ میں آگیا ہے الحمدللہ ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست

خلافت کے مختلف ادوار میں جماعت کے حالات میں سے خود گزرنے کا موقع ملا۔ شنید کا خود مشاہدہ کیا۔ بھٹو کی حکومت، جنرل ضیا، بے نظیر اور پھر موجودہ دور دیکھا۔ اس کے ساتھ دنیا بھر کی سیاحت کی بھی توفیق ملی۔ ۵ سال پاکستان فوج کی ملازمت کی تھی۔ یہاں آکر سرجری کا امتحان FRCS کرنے کے بعد تین سال بطور وقفِ عارضی تنزانیہ میں خدمت کی توفیق ملی جہاں زندگی کو اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کا ہمیشہ شوق رہا اور لطف اٹھایا۔ منظوم اور منثور دونوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے غالب کی شاعری سے رغبت بڑھا دی تھی اور دلّی جاکر اس کے مزار پر دعا کی بھی توفیق ملی۔ دنیا بھر کی سیر کا بھی موقع ملا اور خدا تعالیٰ نے ان خواہشات کو بھی پورا کیا جو بظاہر ناممکن نظر آتی تھیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا سلسلہ جاری ہے جن میں سے ایک یہ شاعری بھی ہے۔

فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

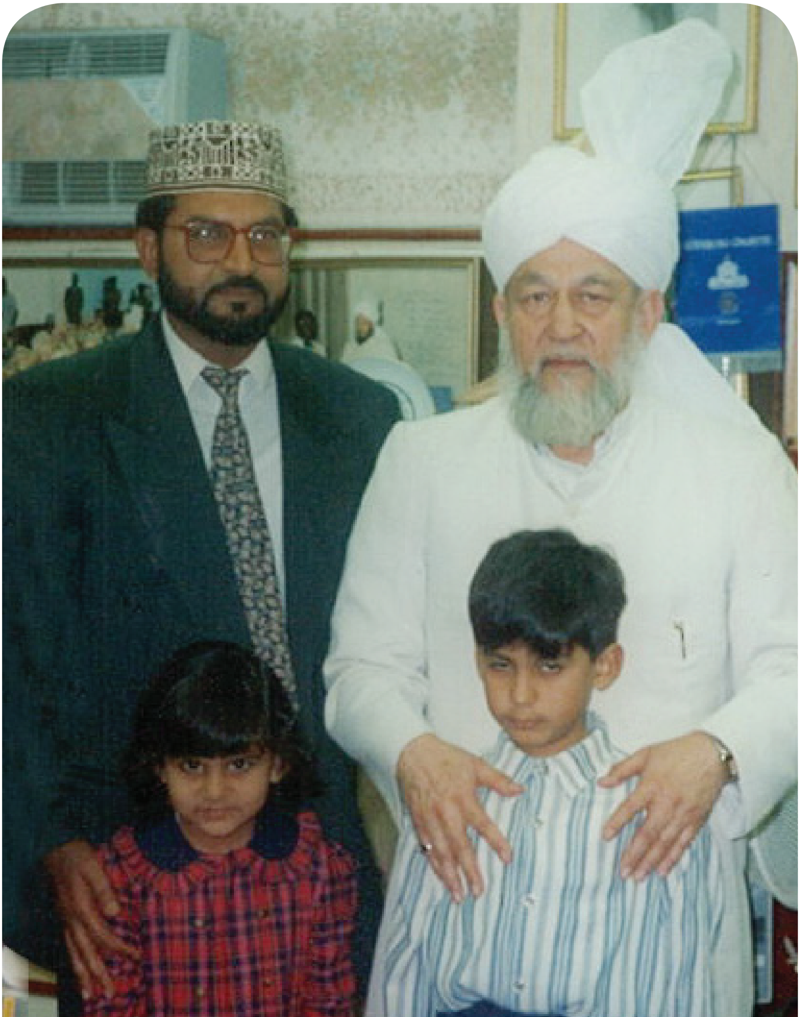
ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لندن

حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع

رحمہ اللہ تعالیٰ

کی شفقت



۱۹۸۴ میں میں نے پنجابی زبان میں ایک نظم لکھی جو ہفت روزہ "لاہور" میں شائع ہوئی۔ یہ نظم میں نے اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ کی خدمت میں بھجوادی۔ اس خط کے اوپر حضور رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا

"اردو میں بھی لکھتے ہیں؟ لکھا کریں"

اس نظم کا عنوان تھا "سچی گل"

سچی گلّ

سچّی گل نوں جی کر دا ای دویں نہ موتی رول
کندھاں پِچھے کَنّ بتھیرے، ہَولی بولیں بول

کون اے جیہڑا یار مُقابل اُچّا بولے بول
ہاماناں فِرعوناں ورگے دِتّے ربّ نے رول

گھُپ ہنیرے دے وِچ رَیہہ کے اکھیاں ویکھن چھڈیا
نئیں تے لوکو چَنّ آیا سی چانن وی سی کول

آسے پاسے چھوی کوہاڑے کِنّھوں زخم وکھاواں
ٹھنڈِیّاں ہاواں ہَو کے بَھر ناں جاندیاں ربّ دے کول

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"
طارق ربّ دے تیرے لئی نے کنّے مٹھے بول

حضرت امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی شفقتیں



جب کبھی حضور ایدّہ اللہ کی خدمت میں کوئی نظم لکھ کر پیش کی تو اپنی ڈاک دیکھنے کے دوران پوری نظم سن لیتے اور مسکرا کر فرماتے کہ

"اب آپ شاعر ہوتے جا رہے ہیں"

کئی دفعہ خط کے ساتھ نظم بھجوائی تو ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

(5.6.2011)حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ کے ساتھ، صبح سیر کے وقت میری ٹانگ میں درد تھا۔ جس کی وجہ سے 'واک' کے دوران مجھے بیچ میں رُکنا پڑا۔ حضور نے میرا انتظار کیا پھر علاج کے بارے بھی پوچھا اور قافلہ اس وقت تک نہ چلا جب تک میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کار تک پہنچ کر اس میں بیٹھ نہیں گیا۔ سیر کے بعد یہ اشعار لکھے اور حضور رحمہ اللہ کو بھجوا دیئے

وہ جو درد ہے دوا بھی ہے

وہ جو درد ہے دوا بھی ہے
مرا درد حق آشنا بھی ہے

تُو مرے قریب تو میں بھی خوش
مرے ساتھ ربّ کی رضا بھی ہے

تری ہر ادا بڑی دلرُبا
کہ ہزار جان فدا بھی ہے

تری خامُشی میں کلام ہے
ترے ہاتھ میں وہ عصا بھی ہے

ترے ذکر سے عرش منتشر
کہیں کُن کسی نے کہا بھی ہے

جہاں تُو چلے وہیں ہم قدم
کوئی درد لے کے چلا بھی ہے

ہے تِرا وجود مری کائنات
ترے دم سے سب سہا بھی ہے

تراعزم ہے کہ عظیم ہے
تُو مثالِ صبر و رضا بھی ہے

ہے تری رضا مری مُنتہا
مرے بال و پر میں وفا بھی ہے

یہ محبّتیں یہ رفاقتیں
یہ عنایتوں کی عطا بھی ہے

تری قُربتیں ترِی چاہتیں
ترِا لُطف مجھ پہ ہوا بھی ہے

مرے انتظار میں ترا
کبھی قافلہ رُکا بھی ہے

ہے نصیب یہ کہ علاج کا
کہیں ذکر کُچھ تو ہوا بھی ہے

ترِا لفظ لفظ چارہ گر
تری اک نظر میں شفا بھی ہے

مرے دلبرا ذرا ہاتھ اُٹھا
مرے درد کی یہ دوا بھی ہے

اس کے جواب میں حضور کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــــــ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

پرائیویٹ سیکرٹری

حضرت خلیفة المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن

14-6-11

مکرم طارق انور باجوہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط محررہ 5-6-11 مع نظم حضور انور کی خدمت میں موصول ہوا۔ بعد ملاحظہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کی ہے اور فرمایا ہے

"ماشاء اللہ پکے شاعر ہو گئے ہیں"۔

نیز آپ کے شعر جہاں تو چلے وہیں ہم قدم...... پر فرمایا ہے "یہ خوب ہے"۔

ارشاد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ارسال ہے۔

والسلام

خاکسار

[illegible]

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری۔ لندن

لندن

ایک دفعہ میں نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ کبھی آپ نے بھی شاعری کی ہے کیونکہ آپ کے خاندان میں تو ماشااللہ کافی شاعر ہیں خصوصاً آپ کی ہمشیرہ بی بی امتہ القدّوس صاحبہ تو بہت اچھی شاعرہ ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شعر کہا تھا وہ ایسے کہ سندھ میں کار میں سفر کر رہے تھے اور تمہارے خالو منشی اقبال صاحب میرے ساتھ تھے۔ انہیں باتیں کرنے کی بہت عادت تھی۔ جب وہ مسلسل باتیں کرتے رہے تو میں نے ایک دو دفعہ کار میں غزل لگا کر سننے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش بے سود رہی۔ وہ مسلسل باتیں کرتے رہے اس پر میں نے انہیں کہا تھا

جن کو ذوقِ سخن وری ہی نہ ہو
ان کو غزلیں سنانے سے کیا فائدہ

یہی میرا ایک شعر ہے

اسی طرح ایک دفعہ میں نے ایک پنجابی نظم لکھ کر بھجوائی۔ اس کے جواب میں حضورِ انور کی طرف سے یہ خط موصول ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

18-11-13

مکرم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مرسلہ پنجابی نظم موصول ہوئی۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ اشعار ہیں۔ آپ تو شاعر ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں اور نیک جذبات قبول فرمائے۔ آپ کو اخلاص و وفا میں بڑھائے اور ہر آن اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور

خلیفۃ المسیح الخامس

سانوں رہن اُڈیکاں یار دیاں

اساں پایاں پینگاں پیار دیاں، سانوں رہن اُڈیکاں یار دیاں
اونہوں وِچ کلیجے ٹھنڈ پیندی، رُتاں اوندیاں فیر بہار دیاں

جدوں آوے سوہنا یار سجن، اوہ جھاتیاں مار کے کیہندے نیں
ایہہ کیس مٹی دا بنیا اے، جدے اُگے قوماں ہار دیاں

اوہدے سُکھ دکھرے، اوہدے دکھ دکھرے، اوہدا اُٹھنا بیناں ہور ای اے
اوہدی تانگ کھلوکے ربّ اگے، میں ساری رات گزار دیاں

جدوں دنیا وچ ہنیرا سی، ہر پاسے ظلم دا گھیرا سی
اک سورج چڑھیا رحمت دا، کیہہ گلاں اوس چمکار دیاں

اونیں یار دا مُکھ وکھا دتا، سب کھول کے وی سمجھا دتا
نئیں اوہدے ورگا ہور کوئی، نئیں ریساں اوس سرکار دیاں

میں ویکھاں اُسدے بُوہے ول، جدّ وی اوکھا ویلا آوے
اوہ پیناں نظراں پیاردیاں، میری ڈبدی بیڑی تار دیاں

کیہہ گل کراں میں کیہہ آکھاں، میں کِسراں اوس نوں سمجھا واں
نئیں رہیہ سکدا میں تیرے بناں، ہُن کر گلاں دیدار دیاں

توں وی عاشق ہو جاوہدا، جے اونہوں جاننا چاؤناں ایں
ایہہ گلاں دل دیاں گلاں نیں، نئیں دنیا دے دربار دیاں

ڈاکٹر طارق انور باجوہ، لندن

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدّہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آموں کا تحفہ موصول ہونے پر میں نے یہ غزل لکھ کر بھجوائی

جو آم آج آئے یہ وہ خاص آم ہیں

جو آم آج آئے یہ وہ خاص آم ہیں
لمحے خوشی کے لائے یہ وہ خاص آم ہیں

ان میں چھپا ہے پیار ،محبّت خلوص بھی
اپنے کریں پرائے ، یہ وہ خاص آم ہیں

آقا کی شفقتوں کا یہ مظہر بنے ہوئے
رحمت جو بن کے آئے،یہ وہ خاص آم ہیں

یہ بھی گماں تھا آئیں گے شاید نہ اس برس
ہر روک توڑ آئے یہ وہ خاص آم ہیں

خاکِ وطن کی آئے ہیں خوشبو لئے ہوئے
شیریں خدا بنائے ، یہ وہ خاص آم ہیں

آقا کا فیض یوں تو ہے ہر خاص وعام پر
جو اس کے گھر سے آئے یہ وہ خاص آم ہیں

فضلِ خدا ہر ایک آن اس کے سر پہ ہو
طارق نے جس سے پائے یہ وہ خاص آم ہیں

اس کے جواب میں حضور ایدّہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ازراہِ شفقت درج ذیل خط موصول ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

G-23.07.20

مکرم ڈاکٹر طارق انور صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری طرف سے آم ملنے پر آپ کا شکریہ کا خط ملا جس کے ساتھ آپ نے اپنی ایک نظم بھی بھجوائی ہے۔ ماشاء اللہ۔ آپ کی شاعری وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نیک جذبات قبول کرے اور آپ کی صلاحیتوں اور استعدادوں میں مزید نکھار پیدا کرے۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

لندن

(24رمضان المبارک) 18.5.2020

صبح اُٹھنے سے قبل دل پر بہت سے خوبصورت اشعار پر مبنی نظم جاری تھی۔ اُٹھا تو اشعار تو بھول گئے لیکن وزن یاد رہا جس کے مطابق چند لمحوں میں یہ اشعار موزوں ہو گئے

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
اے مرے پیارے مرے محسن خدا

ڈھال بن کر خود بچانے کے لئے
ہاتھ تیرا اس نے ہاتھوں پر رکھا

میرے آقا کو عطا کر دے شفا
تیرے ہاتھوں میں ہے سب رب الوریٰ

سب سے بڑھ کر میں کروں تجھ سے وفا
فضل ہو تیرا یا کوئی ابتلا

اے مرے پیارے مری سن لے دعا
میں ترا ہوں تو مرا ہے تو مرا

پیش لفظ

مکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی سخنوری اور فن

وہ جو کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آیا تو آخر میں تھا لیکن اس کے لئے جگہ اگلی صف میں بنا دی گئی۔ یہ بات ہمارے جنابِ ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعری پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ وہ پہلے نثر نگاری میں اپنے فن کا اظہار کرتے تھے لیکن سخنوری کے میدان میں اس شہسوارِ سُخن نے اس سال جون میں ہی اشہبِ قلم کو دوڑایا اور بڑے بڑے جغادری اور ماہر اس میدان کے گھڑ سوار متحیّر رہ گئے، کہ اس نے تو آتے ہی اپنے فنِ شاعری کی دھوم مچادی۔

میرے سامنے اس وقت ان کی کتاب لبِّ لباب کا مسوّدہ بصورت پی ڈی ایف موجود ہے اور میں نے اس کو پڑھتے ہی محسوس کیا کہ ہمارے یہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صرف طبابت میں ہی طاق نہیں ،بلکہ ان کی شاعری بھی کسی صورت ادبی مرتبہ اور مقام میں نغز گوئی اور پُر کاری کے لحاظ سے کم نہیں۔ اُن کی قدرتِ کلام کو دیکھئے تو حمد، نعت، غزل، مثنوی غرض یہ کہ تمام اصنافِ سخن میں ان کی مہارتِ فن جلوہ نما ہے۔ اور شاعری میں مروّجہ اکثر بحروں اور آہنگ میں ان کی مشق اپنی

ندرت اور عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان مختلف اصنافِ سخن میں ان کی طبعِ رواں کی چند امثال ملاحظہ فرمایئے۔

رہتا جمالِ تام ہے پردے میں گو نہاں
ہر شے ہے اس کا حسنِ لطافت لئے ہوئے

قدرت سے اس نے اپنی بنایا ہے جو نظام
دیکھا ہے عقل نے اسے حیرت لئے ہوئے

یہ اندازِ حمد گوئی تھا۔۔ اور اب عشقِ محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اظہار کے لئے نعت گوئی میں بھی یوں اپنا فن پیش کرتے ہیں

صدق پیشِ نظر ہوا جب سے
تیری عظمت ہوئی عیاں مجھ کو

تیرا آنا خدا کا آنا ہے
ایسا واضح ہوا بیاں مجھ کو

احمدی شعرا میں جماعت سے محبّت، خلافت سے والہانہ عقیدت، حضرت مسیح الزّماں سے الفت، اسلام سے گہری وابستگی، آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے عشق یہ سب محاسن مل کر ایک الگ دبستان کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جسے آپ اور ہم احمدیہ دبستان کہہ سکتے ہیں۔ اس

دبستان کے ان محاسن کی خوشبو ہمارے طارق انور باجوہ کی شاعری میں بدرجۂ اتم محسوس ہوتی ہے اسی خوشبو سے معطّر کچھ اشعار پیشِ نظر ہیں۔

جہاں جہاں بھی تو ٹھہرا جہاں چلا ہو گا
وہی تو قبلہ و کعبہ مرا رہا ہو گا

میں ہو گیا جو معطّر تری محبّت سے
زمانہ اب مری خوشبو سے آشنا ہو گا

جنوں کے رنگِ محبّت کی روشنائی میں
جو دل پہ گزری وہ سارا پیام لکھا تھا

ہیں زندگی کا اثاثہ مرا وہی کچھ دن
کہ در پہ تیرے جو میرا قیام لکھا تھا

دربارِ خلافت سے قربت اور محبّت، والہانہ پن، وارفتگیٔ شوق دیکھئے کہ ایک عاشق اپنے محبوب سے چاہت کا اظہار کس خوش سلیقگی اور متانت سے کرتا ہے۔

مسرور جب سے ہو گیا محبوب دوستو
ہم پر کرم خدا کا ہوا خوب دوستو

پھرتے ہیں اس گلی میں جو دیوانہ وار ہم
کہتے ہیں لوگ ہو گئے مجذوب دوستو

جب سے ہوا ہے آ کے وہ آباد شہر میں
کوچے یہاں سبھی ہوئے مرغوب دوستو

طارق سکھا دیا اسی نے گفتگو کا ڈھنگ
اعلٰی سُخن کا ہو گیا اُسلوب دوستو

اپنے عصری حالات، ماحول کی تبدیلیوں اور بدلتی ہوئی اقدار سے ہمارا یہ شاعر لا تعلّق نہیں بلکہ وہ معاشرتی خرابیوں، چیرہ دستیوں کو دیکھ کر ان کو بھی موضوعِ سخن بناتا ہے اور ان کو حل کرنے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔

ہوئی ہے جھوٹ کی یلغار آؤ مل بیٹھیں
کہیں نہ ہم پہ کرے وار آؤ مل بیٹھیں

ہوئے ہیں گُم سبھی حرص وہوائے دنیا میں
بچے ہیں کم یہاں دیں دار آؤ مل بیٹھیں

بھڑک اٹھیں نہ کہیں نفرتوں کے انگارے
ہمیشہ سب سے کریں پیار آؤ مل بیٹھیں

اپنے دور میں بڑھتی ہوئی معاشرتی تخریب اور تاریکی کو دیکھ کر ہمارے یہ شاعر مایوس نہیں ہوتے بلکہ پُر امّید ہیں۔ کہ

یوں تو اب قربانیوں کی انتہا ہونے کو ہے
پر خدا کا بابِ رحمت بھی تو وا ہونے کو ہے

پھیلتے جاتی ہے دینِ حق کی لو جو ہر گھڑی
روشنی کا اک سمندر اب دیا ہونے کو ہے

آگیا ہے اب مسیحا لے کے مرہم علم کی
جلد آؤ اب مریضوں کو شفا ہونے کو ہے

سادگی، روانی، شستگی، تخیّل کی بلندی، فنّی حسن کے لئے ضروری ہیں۔ اور شاعری کے ابلاغ کے لئے ان عناصر کا سخن میں ہونا بنیادی حیثیّت رکھتا ہے۔ یہ ساری خوبیاں جنابِ طارق انور باجوہ کی شاعری میں نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گھر
جو چندے آفتاب ہو جو چندے ماہتاب ہو

زمین وآسماں مصروف ہیں دن رات گردش میں
اگر ٹھہریں کسی پل تو سمجھ لینا قضا آئی

کروناوبا کے ایّام میں عید کے دن کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس بے تکلّفی اور سادہ اندازِ بیان کی جھلک دیکھئے

عید پر گھر ہی رہے کوئی بھی آیا نہ گیا
ان سے ہمّت نہ ہوئی ہم سے بلایا نہ گیا

اک تسلسل سے چلا جاتا ہے ماہِ رمضاں
عید کے روز بھی جس گھر میں پکایا نہ گیا

ان کی غزل گوئی بھی انہی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ مزید بر آں حسنِ تغزّل اور تکنیکی فن، صنائع بدائع، تشبیہات، استعارے ان کی غزلوں میں جاذبیّت پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی قدرتِ کلام کا پتہ اُن کی مختلف بحروں میں کہی گئی غزلوں سے چلتا ہے کہ ان میں جدّتِ طبع اور نُدرت کس قدر موجود ہے۔

اک فسانہ لکھا ہے چہرے پر
شعر اک اَن کہا سا لگتے ہو

اپنے اندر بھی سمندر کی سی خاموشی ہے
لاکھ طغیانی ہو پر بات نہیں ہوتی ہے

حرف خوبصورت ہیں لفظ مسکراتے ہیں
چاندنی کی چھاؤں میں جب کلام کرتے ہو

چہرہ وہ پڑھ رہے ہیں کتابوں کو چھوڑ کر
ہیں امتحانِ عشق کا پرچہ لئے ہوئے

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعری میں شرفِ انسانیّت اور انسان دوستی بھی اپنی آب وتاب سے موجود ہے وہ تصوّف کے تینوں مراحل، انسان اور خدا تعالیٰ کا رشتہ، کائنات اور انسان کا رشتہ، کائنات اور خدا کا رشتہ پر بھی کلام کرتا ہے۔

سنا ہے شہر میں کچھ اجنبی سے لوگ آئے ہیں
کہیں ان کو ہماری ہو ضرورت یہ پتہ رکھنا

مری انگلی پکڑ کر ساتھ چل تُو اب جہاں جائے
میں پیچھے رہ نہ جاؤں کھو نہ دوں رستہ اکیلے میں

طارق خدا کے نور کو تم بھی سمیٹ لو
بکھرا ہوا ہے چار سُو جو کائنات میں

ہم فجر کی دعا میں اسے ڈھونڈتے رہے
وہ پاگیا اسے جو تہجّد گزار تھا

ہیں نظاّرے اشارہ کر رہے اُس کی طرف پھر بھی
پہنچ پائیں جو اس کی ذات تک وہ دیدہ ور کم ہوں

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہمارے ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی شاعری میں اتنی جلدی یہ نشوو نُما کیسے در آئی تو بقول ان کے اپنے یہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم کا فیض ہے۔ ان کی پُر شفقت حوصلہ افزائی ہے، جس نے ان کے کلام کو پُر تاثیر جاذبیّت بخشی۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیضان کو جاری و ساری رکھّے اور ڈاکٹر صاحب کا کلام روز بروز نکھر تا رہے کہ ہر کوئی یہ کہے

وہ لفظ لب پہ جو آئے تو بن گئے جادو
وہ لہجہ دھیما سا وہ نغمگی درست لگی

خیر اندیش

پروفیسر مبارک احمد عابد

نزیل فلاڈلفیا امریکہ

بتاریخ ۳۰ اکتوبر ۲۰۲۰

تأثّرات

محترم مبارک احمد صدیقی صاحب کے تائثرات

خاکسار محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو انکے پہلے مجموعہ کلام کی اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سادگی کے ساتھ بہت بامقصد اشعار کہتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپکا کلام قارئین میں بہت مقبول ہوا ہے اور اکثر اخبارات و جرائد میں پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ کسی بھی شاعر کا دنوں میں لوگوں کے دلوں میں گھر بنالینا یقینا اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ بھی ڈاکٹر صاحب کے اس شعری مجموعے سے لطف اندوز ہوں گے

موجودہ دور کی بے مقصد تلازموں، بے سود استعاروں اور داد اور تالیوں کی حسرتوں کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی تصنع اور بناوٹ کی شاعری کے دور میں ڈاکٹر صاحب کی سادگی، نیکی اور مقصدیت سے بھرپور شاعری پڑھ کے بہت لطف آیاہے اور وہ خوبصورت شعر بھی یاد آیاہے

کچھ شعرو شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

اک عرض کرتا چلوں۔ بڑا شاعر ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ اچھا انسان ہونا بڑی بات ہے اور شاعر ہونا اور اچھا انسان ہونا بہت ہی بڑی بات ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ ہم سب کے پیارے دوست محترم ڈاکٹر طارق انور صاحب بہت پیارے شاعر اور بہت پیارے انسان ہیں۔

اور ویسے بھی اک بات کہتا چلوں

ہم نے اس کو یار جانا جسکو دیکھا یارِ دوست

آج سے پچیس سال قبل جب خاکسار مستقل طور پر یو کے آگیا تو ڈاکٹر صاحب حلقہ مسجد فضل لندن کے صدر جماعت تھے۔ مجھے اس ملک میں آئے کوئی ایک ماہ کا عرصہ ہوا ہو گا کہ مجھے حلقہ مسجد فضل لندن میں بطور قائد خدام الاحمدیہ کی خدمت کی ذمہ داری دی گئی۔ تب میرا محترم ڈاکٹر صاحب سے تعارف ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک روز نماز فجر پر حاضری بہت کم تھی۔ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع رحمہ اللہ نماز پڑھانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے ڈاکٹر صاحب اور خاکسار کے قریب رکے اور بڑی شفقت سے ہنستے مسکراتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ احباب کو فجر کے لئے مسجد آنے کی تلقین کی جائے۔ اسی روز سے ناشتے کے بعد ڈاکٹر صاحب کی سربراہی میں ہم نے قریب رہنے والے احباب کے گھروں میں جا کر توجہ دلانی شروع کی اور اگلے روز سے ہی خدا کے فضل سے حاضری بہت بہتر ہونا شروع ہو گئی اور اس پر حضور نے خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔

اب واپس چلتے ہیں شاعری کی طرف۔ ڈاکٹر صاحب اپنی شاعری کے سفر میں بہت گہری باتیں انتہائی سادگی اور خوبصورتی سے کہہ کر بڑی بے نیازی سے نئی منزلوں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ اپنے محبوب سے محبت اور اپنی ذات کی نفی ڈاکٹر صاحب کی شاعری کا نمایاں وصف ہے۔

شعر دیکھئے

میں جو خود کو نظر نہیں آتا
چھپ کے یار نہاں میں رہتا ہوں

جب اللہ تعالیٰ نے انہیں شعر کہنے کا سلیقہ سکھایا تو بھی اپنے عجز کو یوں بیان کرتے ہیں۔

آتی ہیں غیب سے جو زباں پر حکایتیں
میں اتنا با کمال تو پہلے نہیں ہوا

کہیں کہیں وہ روائتی شاعروں کی طرح اپنے محبوب سے شکوہ بھی کرتے نظر آتے ہیں۔

تمہاری داستاں سننے کو تو سبھی آئے
کوئی تو مجھ سے بھی پوچھے کہ ماجرا کیا ہے

قارئین کرام مجھے علم ہے کہ ابھی ڈاکٹر صاحب کو بہت آگے جانا ہے۔

ابھی تو ڈاکٹر طارق صاحب نے شعر و ادب کے گلشن میں اپنے سفر کا آغاز کیا ہے

مجھے یقین ہے کہ

بہت سے دلکش اور خوبصورت مناظر اور معجزے انکے منتظر ہیں اور بہت سی حقیقتیں، منزلیں اور محبتیں انکے قلم سے برپا ہونے کا اعزاز پانے والی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ انکا شعری مجموعہ منظر عام پر آنے والا ہے۔ میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مبارک صدیقی

لندن۔یوکے 16.10.2020

مکرّم اسحاق ساجد صاحب کی نظر میں

لُبِّ لباب اور میرا تأثّر

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی نظموں اور غزلوں میں سچّے جذبے، کیفیّتیں اور احساسات حیرت انگیز طور پر اثر پذیری کے اظہار کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ایسی سادگی اور اثر انگیزی خال خال نظر آتی ہے۔ وہ ایک پختہ کار شاعر ہیں اور اپنی شاعری کے اعتبار سے محتاجِ تعارف نہیں۔

طارق باجوہ صاحب نے اپنی شاعری کا تانابانا اپنے ارد گرد کے منظر نامے سے جوڑنے کی کامیاب کوشش کی ہے ان کی مثال ایسے پرندے کی سی ہے جسے ہر لمحہ نئے موسم کی جستجو رہتی ہے۔ میں نے ان کی شاعری کا مطالعہ بہت گہرائی میں جا کر کیا ہے اور یہ تأثر اپنی جگہ قائم کیا ہے کہ ان کا ہر شعر ایک طاقتور ذریعۂ ابلاغ ہے اور اس میں پرواز کی طاقت بھی ہے اور اثر انداز ہونے کی قدرت بھی۔

اچھی شاعری کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس میں احتجاج تو ہو مگر لب و لہجہ تند و تیز نہ ہو اور ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی شاعری میں یہ مثال ملتی ہے۔
خدا تعالیٰ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو صحت وسلامتی سے رکھے۔ آمین

اسحاق ساجد جرمنی

۱۲۔اکتوبر ۲۰۲۰

مکرّم طفیل عامر صاحب کی نظر میں

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

"احساس لکھتا ہے میرا"

خاکسار گذشتہ بیس برس سے لندن میں مقیم ہے

میرے یہاں آنے کے قریباً ایک سال بعد محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب سے غائبانہ تعارف یوں ہوا کہ سن ۲۰۰۰ء میں موصوف فجر کی نماز کے لئے تشریف لا رہے تھے کہ مسجد کے داخلی گیٹ کے قریب ہی چند نسل پرست گوروں نے حملہ کر دیا۔ موصوف زخمی ہوئے اور بے ہوشی کے عالم میں گیٹ کے قریب ہی گر پڑے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ نماز کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے تو محافظوں سے مذکورہ بالا حادثہ کا علم ہوا۔ جیسے میں نے سُنا کہ حضور مضروب اور بے ہوش باجوہ صاحب کے قریب آکر کچھ دیر خاموش کھڑے رہے اور پھر فرمایا کہ یہ ٹھیک ہیں انہیں کچھ نہیں ہو گا۔ اس کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ ایمبولینس آکر انہیں ہسپتال لے گئی جہاں حضور انور رح نے ایک بڑا سا گلدستہ بھجوا کر ان کی عیادت کی اور اللہ کے فضل سے وہ بھی کسی گہری چوٹ سے محفوظ رہے۔

میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں۔ زیادہ لوگوں سے رابطہ نہیں رکھتا۔ واٹس ایپ کے ایک گروپ "گلستانِ احمد" میں میری ایک غزل شائع ہوئی تو باجوہ صاحب موصوف نے اسے ترنّم سے پڑھ کر بھجوا دیا۔ میں نے اسے سن کر لکھا کہ

" الحمدللہ کے بعد خاکسار ایک حیرت کے ساتھ آنمکرّم کا شکر گزار ہے کہ اس ناچیز کے کلام کو آنمکرم نے یہ اعزاز بخشا۔ شکریہ محترم! مولا کریم آپ کے ظرف کو وسیع تر کرتا چلا جائے۔ آمین"

باجوہ صاحب نے لکھا:

" میرے لئے اعزاز ہے آپ کا کلام پڑھنا، اگرچہ بہت سے بہتر پڑھنے والے ہوں گے "

غزل جو پڑھی گئی یہ تھی

ایک سے صحرا چمن جب دل بجھے
کب کوئی بھائے سُخن جب دل بجھے

آدمی شاعر ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ میرے علم کے مطابق جتنے معروف اور مشہور شاعر ہوئے انہوں نے سکول کے زمانے ہی میں کچھ نہ کچھ کہنا شروع کر دیا تھا۔ محترم باجوہ صاحب سے پہلی ملاقات

طے شدہ ہونے کے باوجود، بوجہ دو تین منٹ تک ہی جاری رہ سکی (اکتوبر ۲۰۲۰ کے پہلے ہفتہ میں) دوسری ملاقات اس کے ایک ہفتہ بعد دو تین گھنٹے تک جاری رہی۔

میرے مطابق شعر شاعر کا قول ہوتا ہے اور شاعر کو خود اپنے قول کے مطابق ہونا لازم ہے۔ جبکہ عام طور پر۔۔۔۔ آپ خود جائزہ لے لیں۔

موصوف میں 'میں' یکسر ندارد! میں نے ان کو اپنی ذات میں اپنے کلام کے عین مطابق پایا ہے۔ اسی بنا پر مجھے ان سے محبّت ہے۔

احقر

محمد طفیل سندھو (طفیل عامر)

لندن

۲۴۔ دسمبر ۲۰۲۰

مکرّم لقمان احمد سلطان صاحب کی نظر میں

درج ذیل غزل کے بارے میں مکرّم لقمان احمد سلطان صاحب مربّی سلسلہ نے خود اپنا تبصرہ سوشل میڈیا پر بھجوایا جو ان کی اجازت سے پیش ہے

دردِ دل کے واسطے محبوب ہونا چاہیے

دردِ دل کے واسطے محبوب ہونا چاہیے
حالِ دل قرطاس پر مکتوب ہونا چاہیے

جاتے جاتے اس نے ڈالی تھی نگہ میری طرف
تیر کھا کر اب تو دل مضروب ہونا چاہئے

عمر بھر ہم اس کو پانے کی سعی کرتے رہے
اس کو پانے کو مگر مجذوب ہونا چاہیے

دُشمنوں نے یہ ہوائی بھی اُڑائی شہر میں
دل لگی کو بھی تو چہرہ خوب ہونا چاہیے

ہاتھ آ جاتی ہے منزل گر رہیں ثابت قدم
صبر کرنے کے لئے ایّوب ہونا چاہیے

بات ہم دُنیا میں پھیلا کر ہی رہتے ہیں مگر
واقعہ دل کو ذرا مرغوب ہونا چاہیے

ہم جُدائی کے تصوّر سے ہی گھبراتے رہے
دل کے ہاتھوں یوں نہیں مغلوب ہونا چاہیے

دل درِ جاناں پہ رکھ کر ہم تو طارق آ گئے
کوئی تو اُس شہر میں مندوب ہونا چاہیے

???

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب!

سلام و دلی دعا

میں گروپ میں اکثر آپ کا منظوم کلام پڑھتا ھوں، جس پر بڑے معرکۃ الآراء تبصرے دوست کرتے ہیں، لیکن میرے پاس الفاظ نہیں ہوتے تھے کہ آپکی غزلوں اور نظموں پر کچھ تبصرہ کر سکتا لیکن دل کرتا تھا کہ میں بھی کچھ عرض کروں کیونکہ دل پر اثر ہوتا تھا لیکن دل معذور تھا، اسلئے کہ دل کے پاس الفاظ نہ تھے.

میرے ساتھ کئی بار یہ معاملہ ہو جاتا ہے کہ الفاظ کے معاملے میں دل میں قبض کی کیفیت ہو جاتی ہے.

لیکن آج دل سے بے اختیار ایک عجیب مضمون نکلا جو آپکی نظر ہے.

قبول فرمائیں

لقمان احمد سلطان مربّی سلسلہ

۲۳جولائی ۲۰۲۰

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی شاعری پر ایک نظر

از

منطق الطیر

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ آف لندن کی ایک نہایت عمدہ غزل نظر سے گزری، میں سمجھتا ہوں اس کا ایک ایک شعر اپنے اندر گہرے پیغام کو سموئے ہوئے ہے. اشعار کے مضامین کی گہرائی اسقدر عمیق ہے کہ سطحی سوچ رکھنے والوں کو شاید سمجھ نہ لگے، ان اشعار کی گہرائی میں جاکر آپ جتنا غور کریں گے آپکو عمیق در عمیق کیفیات محسوس ہوں گی مجھے ڈاکٹر صاحب موصوف کی شخصیت سے واسطہ تو نہیں پڑا، البتہ انکے اشعار بتاتے ہیں کہ موصوف نے تصوّف میں سلوک کی جس قدر منازل طے کر رکھی ہیں بہت کم لوگ ان راہوں پر قدم مارنے کی ہمّت کرتے ہیں، جیسے دنیا میں ایڈوینچر کے شوقین لوگ بڑے بڑے پہاڑوں، کٹھن راستوں، صحراؤں اور بیابانوں میں مہم جُوئی کرتے ہیں اور یہ مہم جوئی کوئی آسان کام نہیں اور نہ ہی ہر بندہ اس راہ میں چلنے کی ہمّت کرے، لیکن کچھ لوگ اپنی ہمّت سے خود ایسے خطرناک راستوں کو اختیار کرتے ہوئے مہم جوئی کرتے ہیں اور کچھ افراد کو قدرت خود بخود ایسے مشکل راستوں کیطرف لے جاتی ہے اور وہ ان دشوار راستوں میں چلنے پر مجبور کر دیئے جاتے ہیں

.

اور جو کہا جاتا ہے کہ

راہ پیا جانے تے واہ پیا جانے

ایسے لوگوں کو جب راستوں سے واہ پڑتا ہے تو وہ ان راستوں کی کیفیات اسقدر گہرائی میں جا کر جان چکے ہوتے ہیں کہ انکو قدم قدم منزل کی پہچان ہو جاتی ہے، قدم قدم پر ان کا واسطہ جب پتھریلے راستوں، خطرناک گھاٹیوں، گہرے پانیوں، مضبوط چٹانوں، جڑی بوٹیوں، درختوں غرضیکہ منازل طے کرتے ہوئے راستوں میں جو بھی چرند پرند، جمادات، نباتات، حیوانات، بادل، گرم و سرد ھوائیں اور ہر قدرتی چیز سے جب کثرت سے واسطہ پڑتا ہے تو یہ تمام اجزائے قدرت مہم جُو لوگوں کو ازبر ہو چکے ہوتے ہیں اور پھر وہ اپنے تجربات دوسروں سے شیئر کرتے ہیں.

اسی طرح جو خدا کے بندے معرفت و سلوک اور تصوّف، عشق اور مجذوبانہ کیفیت کے مہم جُوئی لباس میں روحانی سفر پر نکلتے ہیں تو ان کو بھی عجیب و غریب راستوں، امتحانوں، ابتلاؤں، عداوتوں، محرومیوں، قربانیوں سے گذرنا پڑتا ہے، اور جب عارف باللہ سلوک کی کٹھن منازل طے کر لیتا ہے تو اس منہاجِ روحانی کی کیفیات کو دوسروں سے شیئر کرنے کی غرض سے اور مخلوق کا فائدہ کرتے ہوئے ان تجربات کا اظہار کرتا ہے جو اس راہ میں اسکو پیش آئے.

مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ روحانی مہم جُوئی ازخود اختیار کی یا قدرت کیطرف سے ان راستوں میں چلنے پر مجبور کر دیئے گئے لیکن انکے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف بڑے ڈُونگے اللہ کے بندے ہیں.

جس غزل کا اشارہ شروع میں دے آیا ہوں اس نے مجھے بہت متاثر کیا اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی سمجھ اور بساط کے مطابق ان اشعار کی تشریح میں کچھ عرض کروں، عین ممکن ہے یہ تشریح ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذہنی مضمون کے مطابق نہ ہو بلکہ ان کے عالی دماغ سے میرا اخذِ مضمون کمتر ہو لیکن بہرحال میں ڈاکٹر صاحب کے اشعار کی کیفیات کو محسوس کیئے بغیر رہ نہیں سکا.

فرماتے ہیں:

دردِ دل کے واسطے ، محبوب ہونا چاہیئے
حالِ دل قرطاس پر مکتوب ہونا چاہیئے

اگرچہ ہر بندہ دردِ دل رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن حقیقی محبوب کے بغیر حقیقی دردِ دل کا دعویٰ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، بندے کو چاہیئے جس سے محبت ہے اسے بتادے

جاتے جاتے اس نے ڈالی جو نگہ میری طرف
تیر کھا کر اب تو دل مضروب ہونا چاہیئے

نہایت کمال کا شعر ہے کہ نگاہوں کا تیر کھا کر بھی بندہ کے رُوح تڑپ کر زخم نہ کھائے تو ایسی نگاہ کا کیا فائدہ؟

اور میرے نزدیک کسی بزرگ کی نگاہِ کرم اگر اثر نہ کرے تو فکر کرنی چاہئے کہ بندے کے رسیور میں تو خرابی نہیں؟

اس شعر کو پڑھ کر مجھے فیض کا شعر یاد آیا کہ

ہوا جو تیرِ نظر نیم کش تو کیا حاصل
مزہ تو تب ہے کہ سینے کے آر پار چلے

عمر بھر ہم اس کو پانے کی سعی کرتے رہے
اس کو پانے کو مگر مجذوب ہونا چاہیئے

سبحان اللہ، مجذوبانہ کیفیت کے بغیر کسی کو پایا ہی نہیں جا سکتا،

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں

مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

.دیوانگی کی حد تک اگر کوئی کام نہ ہو تو اس کام کا کچھ فائدہ نہیں

دُشمنوں نے یہ ہوائی بھی اُڑائی شہر میں

.دل لگی کو بھی تو چہرہ خوب ہونا چاہیئے

.لوگوں کی ظاہری چہروں پر نظر ہوتی ہے لیکن باطن کی آنکھ سے کوئی کوئی دیکھتا ہے

جو دشمن ایسے کاموں کو دل لگی سمجھتا ہے اسے میں کہتا ہوں کہ

تمہیں دل لگی بھول جانی پڑے گی

محبت کی راہوں میں آکر تو دیکھو

او دُشمنو!

تڑپنے سے میرے نہ پھر تُم ہنسو گے

کبھی دل کسی سے لگا کر تو دیکھو

اگلا شعر ہے:

ہاتھ آجاتی ہے منزل گر رہیں ثابت قدم

صبر کرنے کے لئے ایّوب ہونا چاہیئے

واہ کمال کر دیا کہ جب تک بندے میں استقامت و ثابت قدمی کیساتھ ساتھ صبر ایّوب نہ ہو اسوقت تک منزل کا حصول ممکن نہیں .

بات ہم دُنیا میں پھیلا کر ہی رہتے ہیں مگر

واقعہ دل کو ذرا مرغوب ہونا چاہیئے

دل کو اگر خود خدا کی شناسائی نہیں تو دعوت الیَ اللہ مؤثر نہیں اور انسان کا دل جن واقعاتِ صیحہ سے گزرا نہیں تو دوسروں کیلیئے وہ واقعات مرغوب نہیں ہو سکتے.

ہم جُدائی کے تصوّر سے ہی گھبراتے رہے

دل کے ہاتھوں یوں نہیں مغلوب ہونا چاہیئے

اوئے ہوئے!

کمال بے بسی کا نقشہ کھینچا ہے اس شعر میں

.

دل درِ جاناں پہ رکھ کر ہم تو طارق آ گئے

کوئی تو اُس شہر میں مندوب ہونا چاہیئے

میں سمجھتا ہوں کہ اس آخری شعر میں سارا مضمون مندوب کے گرد ہی گھومتا ہے، اسلیئے مندوب کو تھوڑا سا رگڑتے ہیں

لغت میں مندوب ندب سے اسم مفعول کا صیغہ ھے، جس کا مطلب ہے کسی کام کے لیئے پکارنا اور بلانا، بقول شاعر

لا یسأکون أخاھم حین یندبھم

وفي النائبات علی ما قال برھانا

ترجمہ: وہ (بنو مازن قبیلے والے) اپنے بھائی سے اس کی بات کی دلیل کا مطالبہ اور سوال نہیں کرتے جب وہ انہیں مشکلات میں پکارتا ہے۔

اصطلاح میں مندوب اسے کہتے ہیں جس کے کرنے والے کو ثواب ملے اور نہ کرنے والے پر گرفت نہ کی جائے.

.مندوب کے لغت میں درج ذیل مشہور معانی ہیں

قاصد،

کسی مجلس یا جماعت کا کسی کام کے سلسلہ میں نمائندہ،

کسی کی طرف سے کاموں کا وکیل مختار،

ڈیلی گیٹ،

کمشنر،

آخر میں میری ڈاکٹر صاحب موصوف کیلئے دعا ہے کہ اللہ کرے کہ آپکا مندوب آپکا حقیقی ترجمان ثابت ہو. آمین

لقمان احمد سلطان مربّی سلسلہ

۲۳ جولائی ۲۰۲۰

ڈاکٹر سیّد حمید اللہ نصرت پاشا کی نظر میں

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اللہ کے فضل سے، آپ کے اشعار میں، جو رنگ سب سے نمایاں نظر آتا ہے، وہ "احمدی" رنگ ہے۔ بعض بہت مشکل قافیوں کے ساتھ آپ نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ ذاتی طور پر، مجھے، آپ کی وہ غزلیں زیادہ پسند آئی ہیں جو چھوٹی بحر میں ہیں۔ تصوّف، نعت گوئی، فلسفہ اور حب الوطنی، سب موضوعات پر خوب مشق کی ہے۔ ماشاء اللہ

ڈاکٹر سیّد حمید اللہ نصرت پاشا

فضلِ عمر ہسپتال ربوہ

۲۶ جنوری ۲۰۲۱

مکرّم عبد الکریم قدسی صاحب کی نظر میں

لبِّ لباب کی شاعری

لبِّ لباب کی شاعری محبّت و عقیدت اور ادب و احترام کی ابدی شاعری ہے جس کی تاثیر و اہمیّت نہ ختم ہونے والی ہے۔ ڈاکٹر طارق انور باجوہ نے حسین تجربات، احساسات و محسوسات کو جو خوبصورت شاعری کے پیکر میں ڈھالا اور تراشا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔

لبِّ لباب کے ساتھ حریمِ شعر میں داخل ہونے والے اس سجیلے شاعر نے اپنے پُر اعتماد اظہارِ فکر کے جو پھول جابجا بکھیرے ہیں انکی خوشبو، لہجے کی توانائی اور تازہ کاری سے پڑھنے والے یقیناً لطف اندوز ہوں گے۔

عبد الکریم قدسی

USA یکم فروری 2021

پروفیسر عبدالکریم خالد صاحب کی نظر میں

لُبِّ لباب

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعری کی عمر پچاس برس ہو گئی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں انہوں نے پہلی نظم لکھی تھی۔ تب سے اب تک یہ سلسلہ اپنی پوری آب و تاب اور کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ تاہم ان کی سُخن سرائی کے اَوج کا زمانہ اکیسویں صدی کے دوسرے دہے کا زمانہ ہے جب انہیں ایک باطنی احساس کے تحت یہ ادراک ہوا کہ اب وہ شاعری کر سکتے ہیں اور اگر اس میں کوئی کمی یا کجی ہے تو اسے غیب سے دور کر دیا جائے گا اور اللہ شاعری سکھانے کا بندوبست کر دے گا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ یہاں تو پالنے میں پاؤں ہوتے ہیں مگر ہاتھ میں بیاض اور دماغ عرش پر۔ مگر طارق انور باجوہ پچاس برس کی دشت نوردی کے بعد بھی ہنوز شاعری سیکھنے کی بات کرتے ہیں۔ مجھے ان کے احوال و آثار دیکھ کر ان کے تلمیذ الرّحمٰن ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ کہ اللہ نے ان کے انکسار اور جذبۂ صادق کو دیکھ کر ان کے لیے بلند فکر اساتذہ کا بھی انتظام کر دیا اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ

ان پر سُخن کی دیویاں غزلوں اور نظموں کے خوان لیے نہ اترتی ہوں اور وہ اسے اللہ کا احسان سمجھ کر اس کا شکر ادا نہ کرتے ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کی کتاب "لُبِّ لباب" اسی احسان کا ثمرہ ہے۔ کتاب کے آغاز میں انہوں نے "اپنی کہانی" میں اپنے شعری سفر کی رُوداد بیان کر دی ہے۔ اسے پڑھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ شاعری سے انہیں فطری مناسبت ہے، عمدہ شاعری غم کی کوکھ میں پلتی ہے اور یہ اسی پر مہربان ہوتی ہے جو غم کی گود میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور غم کی گمبھیرتا اس کے دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔ اسی غم نے طارق انور باجوہ کی شاعری کو حُسن بخشا ہے اور اسے تاب و توانائی عطا کی ہے۔ وہ حمد کہہ رہے ہوں یا نعت لکھ رہے ہوں یا کوئی اور مضمون شعر میں باندھ رہے ہوں، غم کا بیش و کم احساس جُوئے نم دیدہ کی طرح ہر شعر میں رواں نظر آتا ہے۔

زیادہ عرصہ نہیں ہوا، انہوں نے سورۂ رحمٰن کا منظوم ترجمہ کیا۔ قرآنِ پاک کی آیات اور مختلف سورتوں کے جستہ جستہ تراجم میری نگاہ میں ہیں۔ میرے دوست عبد العزیز خالد اور احمد عقیل روبی نے اس سلسلے میں کچھ کام کیا، لیکن طارق انور باجوہ نے جس طور سورۂ رحمٰن کو نظمیہ پیرائے میں ترجمہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور اس پر جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ مثنوی کی ہیئت میں اس ترجمے کا ایک ایک شعر قابلِ توجہ ہے اور قرآنِ پاک کی اصل روح کے عین مطابق ہے۔ اس ترجمے کے بعد تو طارق انور باجوہ با قاعدہ تلمیذ الرّحمٰن ہو گئے ہیں۔

ان سطور کے لکھنے میں بوجوہ تاخیر ہو گئی۔ میں طارق انور باجوہ کی شاعری پر ایک مفصّل مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ زندگی رہی تو یہ کارِ خیر بھی

ان شاء اللہ سر انجام دوں گا۔

طارق انور باجوہ کے لئے بہت دعائیں۔

خاکسار

عبد الکریم خالد

صدر شعبۂ اردو

یونیورسٹی آف ایجوکیشن

لوئر مال کیمپس لاہور

۹ فروری ۲۰۲۱ء

مکرم عطاالمجیب راشد صاحب کی نظر میں

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ اچانک ایک روز مکرّم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی لکھی ہوئی ایک نظم سامنے آئی تو بہت حیرت ہوئی اور پھر یہ حیرت بڑھتی گئی جب ان کی نظمیں باقاعدگی سے سامنے آنے لگیں۔ آپ کی نظموں پر ماہرانہ تبصرہ تو تجربہ کار شعراہی کریں گے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے جذبات اور خیالات کا ایک بند لگا ہوا تھا جو یکدفعہ ٹوٹ گیا ہے اور نظموں کا تانتا لگ گیا ہے اور خیالات و جذبات کی آمد رواں دواں آگے سے آگے بڑھتی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائے اور اس نئے میدان میں ہمّت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

عطاالمجیب راشد

لندن

۲۶۔ دسمبر ۲۰۲۰

ہم فجر کی دعا میں اسے ڈھونڈتے رہے
وہ پا گیا اسے جو تہجّد گزار تھا

باب اول

حمدیہ کلام

سورۃ الفاتحہ ﴿منظوم ترجمہ﴾

﴿اسے لفظی ترجمہ نہ سمجھا جائے﴾

ابتدا کرتا ہوں لے کر نام اُس اللہ کا
جس نے بِن مانگے دیا ہے رحم جس کا بے بہا

جو بھی ممکن ہو سبھی تعریف ہے اللہ کی
جس سے بہتر ہو نہ ممکن وہ ثنا ، اللہ کی

سب جہانوں کا ہمیشہ سے وہی پرور دگار
سب پہ بِن مانگے عطایا رحم اس کا بار بار

اُس نے کی تخلیق جب مدِ نظر اُس کو رہیں
حاجتیں جو ہوں کبھی یا اب تلک مجھ کو رہیں

فضل اُس کے مجھ پہ بن مانگے بھی کثرت سے ہوئے
میری کوشش کو بھی اُس نے بارہا پھل دے دئے

روزِ محشر اپنی ہر تخلیق کا مالک بھی وہ
اور اس دن ہو گا ہر اک روح کا سالک بھی وہ

میں ہمیشہ تیرا بندہ ہی بنوں بن کے رہوں
استعانت بھی ہمیشہ میں طلب تجھ سے کروں

راستہ سیدھا چلوں ایسا جو تُجھ تک لے چلے
استقامت سے رہوں اس پر جو دکھ چاہے ملے

نعمتیں جو پا گئے ہیں ان کا ہو وہ راستہ
کوئی مغضوبوں سے گمراہوں سے ہو نہ واسطہ

اے خدا میری دُعا کو کر قبولیّت عطا
تُو ہی کرتا ہے جہانوں کی ربوبیّت سدا

سورۃ الرّحمٰن ﴿منظوم ترجمہ﴾

﴿اس کو لفظی ترجمہ نہ سمجھا جائے﴾

آغاز جو کیا ہے اللہ نام لے کر
بن مانگے دینے والا وہ رحم کا ہے پیکر

رحمٰن اس خدا نے قرآن ہے سکھایا
انسان کو بنایا اس کو بیاں سکھایا

شمس و قمر کو ایسے ترتیب سے چلایا
نجم و شجر کو اس نے سجدے میں ہے گرایا

اس نے فلک اُٹھا کر میزان ہے بنایا
تا عدل سے بڑھو نہ، سب کو یہی سکھایا

انصاف سے ہو قائم جو وزن ہو کسی کا
میزان میں تو ہر گز نقصاں نہ ہو کسی کا

خلقِ خدا کی خاطر خدمت کو یہ زمیں دی
ہیں پھل بھی اس میں ، خوشے جو ہیں کھجور کے بھی

کھانے کو خشک دانے پیدا کئے ہیں اس نے
خوشبو کے وہ خزانے پیدا کئے ہیں اس نے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

چکنی کھنکتی مٹّی جس کو کوئی پکائے
انسان اُس نے اس سے ، شعلوں سے جِن بنائے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ہے مشرقین کا بھی رب ذات وہ یگانہ
اور مغربین کا بھی رب ذات وہ یگانہ

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

آپس میں آ ملیں گے دونوں ہی وہ سمندر
فی الحال روک کوئی حائل ہے جن کے اندر

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

جو ان میں غوطہ زن ہوں حیران ہوں کے نکلیں
موتی بھی ان سے نکلیں مَرجان ان سے نکلیں

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

اور کشتیاں ہیں ان میں جوں کو ہسار کوئی
چلتی ہیں جیسے ان میں ہے رہگزار کوئی

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

فانی ہر ایک شے ہے جو بھی ہے اس زمیں پر
باقی رہے گا مولیٰ ، اُس کو فنا نہیں پر

وہ ذوالجلال چہرہ سب سے بزرگ و بر تر
ہے جاہ و حشم والا ،عزّتِ میں سب سے بڑھ کر

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ارض و سما کا داتا وہ مہرباں سبھی پر
ہر روز اس کی ہوتی ہے شان اک نئی پر

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ہم جلد ہوں گے فارغ ، بس دیر ہے تو دم بھر
اے بھاری طاقتو اب ، ہو گی توجّہ تم پر

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

اے جن و انس گر تم ، رکھتے ہو استطاعت
نکلو زمیں ، فلک کی حد سے اگر ہے طاقت

لیکن نکل سکو گے ہر گز نہ اس کی حد سے
جب تک نہ ڈھونڈ پاؤ حیلہ کوئی خرد سے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

برسائے جائیں گے اب آتش کے شعلے تُم پر
اور ساتھ ہے دُھواں بھی اس آگ کے برابر

پوری لگا لو طاقت انسان اور سب جِن
لے پاؤ اس کا بدلہ ہر گز نہیں ہے ممکن

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

جب آسماں پھٹے گا اور سُرخ ہو گا ایسے
چمڑے کو اس طرح سے رنگا گیا ہو جیسے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

پوچھا نہ جائے گا کچھ ، جب لغزشوں کے بارے
اس دن تو جنّ و انساں دیکھیں گے یہ نظارے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

مجرِم علامتوں سے پہچانے جائیں گے وہ
پکڑے جو ہوں گے پاؤں ، ماتھوں کے بال سے وہ

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

جس کی یہ سا رے مجرِم تکذیب کر رہے تھے
ہم ان کو اِس کے بارے، تادیب کر رہے تھے

ہے یہ وہی جہنّم ، اور کھولتا ہے پانی
دونوں کے بیچ گھومو اب ہے یہ زندگانی

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

گر دل میں خوف رب کے عالی مقام کا ہے
دو جنّتوں کا وعدہ پھر تو مدام کا ہے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ان جنّتوں کے آگے درجے کئی کئی ہیں
گِن ہی نہ پائے کوئی شاخیں نئی نئی ہیں

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

دونوں ہی جنّتوں میں دو بہترین چشمے
وہ صاف پانیوں کے بہتے حسین چشمے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

جوڑے ہیں سب پھلوں کے دونوں ہی جنّتوں میں
ہر گز کمی نہ ہو گی جنّت کے ان پھلوں میں

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ بستروں پر
ریشم کے اَستروں سے ہوں گے سجے وہ بستر

لد کر پھلوں سے شاخیں جھک کر قریب ہوں گی
جنّت کے باسیوں کو جب یہ نصیب ہوں گی

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ایسی کنواریاں ہیں ، پاکیزہ ان میں جن کو
جنّوں نے یا بشر نے پہلے چھُوا نہ اِن کو

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

جنّت کے باسیوں کی مہمان ہیں وہ گویا
یاقوت ہیں وہ گویا ، مَرجان ہیں وہ گویا

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

احسان گر کسی نے تم پر کبھی کیا ہو
احسان کے سوا کیا بدلے میں پھر جزا ہو

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

دو جنّتیں جو دی ہیں اس کے علاوہ بھی ہیں
دو اور جنّتیں بھی ، جو ساتھ ہی جُڑی ہیں

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

دونوں ہی جنّتیں یہ رہتی ہری بھری ہیں
سبزے سے جیسے ہر پل ہر گام بھر رہی ہیں

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

پُر جوش تیز چشمے ان میں رواں ہوئے ہیں
دونوں ہی جنّتوں میں ، وہ دونوں بہہ رہے ہیں

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ہر قسم کے ہیں میوے جو بے شمار ہوں گے
ہوں گی کھجوریں ان میں ، ان میں انار ہوں گے

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

پاکیزہ نیک ہیں وہ اور خوش خصال ہیں وہ
رکھی گئی ہیں ان میں جیسے غزال ہیں وہ

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

خیمہ نما محل میں حوروں کا ہے بسیرا
چاروں طرف سے اُس کو باغات نے ہے گھیرا

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ایسی کنواریاں ہیں ، پاکیزہ اُن میں جن کو
جنّوں نے یا بشر نے پہلے چھُوا نہ اِن کو

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ سب وہاں پر
قالین سبز ہوں گے اور ان پہ ان کے بستر

جھٹلا سکو گے کن کن تم نعمتوں کو آخر
کیں جو تمہارے رب نے پیدا تمہاری خاطر

ہے نام تیرے رب کا ، برکت ہے جو سراسر
ہاں وہ جلال والا ، سب سے بزرگ و بر تر

???

یہ زمیں آسمان اس کے ہیں

یہ زمیں آسمان اس کے ہیں
بلکہ سارے جہان اس کے ہیں

روح اس در پہ سجدہ ریز رہے
اپنا دل جسم و جان اس کے ہیں

کوہ و دریا ستارے شمس و قمر
سارے روشن نشان اس کے ہیں

ہم جو آئے یہاں پہ تھوڑی دیر
یہ تو سب امتحان اس کے ہیں

حمد پوری ہے اس کی ناممکن
ہم بھی تو ہم زبان اس کے ہیں

میکدے میں جو آئے ہیں ساقی
سارے ہی ترجمان اس کے ہیں

تُو جو ہو اُس کا تیرے ہو جائیں
جو زمان و مکان اُس کے ہیں

طارق آئے جو آسماں سے پیام
وہ تو سارے بیان اس کے ہیں

ہے ذرّہ ذرّہ حُسن کا ساماں لئے ہوئے

ہے ذرّہ ذرّہ حسن کا ساماں لئے ہوئے
کوئی نہ پایا جو نہیں احساں لئے ہوئے

نظّارۂ جمال سے خیرہ ہے چشمِ ناز
حُسنِ نگاہِ جلوۂ خوباں لیے ہوئے

پہنچے ہیں تیرے در پہ بھلا کیسے یہ ہو گا
ہم لوٹ جائیں وصل کا ارماں لئے ہوئے

فرصت ملی ہمیں تو یہاں پر بھی آ گئے
تنہا رہے ہیں تنگئ داماں لئے ہوئے

اتنی بھی تیز دھڑ کنیں ہوتیں نہیں کبھی
کچھ ایسے لمحے آئے ہیں طوفاں لئے ہو ئے

اب تو دُعا ہے وصل کا سامان کچھ تو ہو
گزرے ہیں دن بہت غمِ ہجراں لئے ہوئے

مشرق کی اور دیکھیں یا مغرب پہ ہو نظر
آئیں وہ پھر سے کارواں مہماں لئے ہوئے

آتا ہے جلد وقت وہ اصرار کر کے آپ
آئیں گے لوٹ آنے کا فرماں لئے ہوئے

طارق وہ دن قریب ہیں بیعت کریں گے سب
ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کے پیماں لئے ہوئے

مستور ہر جمال سے آگے ہے اک جہاں

مستور ہر جمال سے آگے ہے اک جہاں
ہر شک کے احتمال سے آگے ہے اک جہاں

رنج و شکست ، حصۂ تصویرِ دو جہاں
پیوستہ ہر زوال سے آگے ہے اک جہاں

ہر با ثمر شجر بنا رحمت کا اک نشاں
ہر شاخِ نونہال سے آگے ہے اک جہاں

حد آسماں کی وسعتوں کی سوچنا گماں
ہر ذرّۂ سفّال سے آگے ہے اک جہاں

شمس و قمر ستارے فلک پر جو کہکشاں
ہر نورِ بے مثال سے آگے ہے اک جہاں

گرچہ نہیں ہے کوئی عبادت بھی رائیگاں
آباد جان و مال سے آگے ہے اک جہاں

ہونٹوں کو پنکھڑی کہیں یا عارضِ گلاب
یارانِ خوش خصال سے آگے ہے اک جہاں

کہتے ہیں کوئی زندگی ہے اس کے بعد بھی
پوشیدہ قیل و قال سے آگے ہے اک جہاں

طارق گمان و وہم سے بڑھ کر ملے نشاں
ہر وسعتِ خیال سے آگے ہے اک جہاں

تو ہی کر سکتا ہے اپنے پیار کے قابل مجھے

تو ہی کر سکتا ہے اپنے پیار کے قابل مجھے
دور کر کے درد سارے دے شفا کامل مجھے

زندگی بے بندگی شرمندگی تو ہے مگر
میں تِرا بندہ ،کیا ہے عشق نے گھائل مجھے

شرفِ انساں احترامِ آدمیت ہی تو ہے
ورنہ حیواں بھی لگا ہے پیار کا حامل مجھے

رہنمائی کے لئے بھیجے گئے جتنے سفیر
سب نے بتلایا کہ کیا ہے زیست کا حاصل مجھے

گو مجھے دعویٰ نہیں پابندیٔ اکرام کا
اپنے دیوانوں میں رکھیو اے خُدا شامل مجھے

لوگ تو آدابِ مجلس سے بھی واقف ہو گئے
سیکھنا ہے قُرب کا پہلا سبق کامل مجھے

طارق اب تم آ گئے ہو پاس بیٹھو کچھ کہو
زندگی کی دوڑ میں کب کر لیا شامل مجھے

میں سدا ہوں تیری نگاہ میں کبھی خود بھی آ تو نگاہ میں

میں سدا ہوں تیری نگاہ میں کبھی خود بھی آ تو نگاہ میں
مرے دلبرا تجھے دیکھ کر مرا دل بڑھے تری چاہ میں

وہ جہان کیسے عزیز ہو گا مجھے جہاں پہ رواج ہو
کہ نباہتے ہیں محبّتوں کے فریب رکھ کے نگاہ میں

جو کہوں زباں سے برا لگے جو میں چپ رہوں تو ہے خامشی
میں چھپا کے رکھّوں صدائے دل بھلا کب تلک کسی چاہ میں

دلِ مضطرب کو قیاس ہے کہیں اب تو ننھی سی آس ہے
کہ جنوں خرد سے گلے ملے تو سکون ہو مری راہ میں

نہ تُو ہجر میں جی نراش کر ، نیا سوز دل میں تلاش کر
کہ جو لائے اس کو قریب تر ، وہ اثر نہیں تری آہ میں

تُو جو کام آئے کسی کے ، تجھ کو سکوں ملے جو امان دے
ہیں سکونِ دل کی تلاش میں کئی درد میں یا کراہ میں

تجھے کیا کسی سے جو ہو گیا ترے مہرباں سے قریب تر
تُو کھڑا ہے طارقِ خوش نوا پہ اُسی کی جائے پناہ میں

کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کون رہتا ہے یوں خیالوں میں
کس نے یہ نغمگی بنائی ہے
جس کی تعریف میں اگر لکھوں
کم سمندر کی روشنائی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

رات دیکھوں میں کس کی زلفوں کو
یہ سحر کس کی رُو نمائی ہے
کس کی صنعت ہیں یہ زمان و مکاں
کس کی تخلیق یہ خدائی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کس نے پیدا کئے ہیں مہر و ماہ
کس نے تاروں کو رہ دکھائی ہے
کس نے دن رات کو بنایا ہے
یہ زمیں کس نے یوں گھمائی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کس نے روشن کیا ہے سورج کو
علم کی شمع بھی جلائی ہے
کس نے یوں عقل دے کے انساں کو
کی عطا چاند تک رسائی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کس نے اونچا کیا پہاڑوں کو
جھیل دامن میں یوں سجائی ہے
آبشاروں نے گیت گا گا کر
کس کی تعریف یوں سُنائی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کون سُنتا ہے اپنے بندے کی
کس نے خود یہ صدا لگائی ہے
کون ہے جو پکارتا ہے مجھے
میری رحمت قریب آئی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کون بستا ہے میرے خوابوں میں
جس سے دُشوار اب جُدائی ہے۔
کس کی سرگوشیاں ہیں کانوں میں
کس سے ملنے کی خبر آئی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

کون آتا ہے میرے گیتوں میں
شاعری کس نے یہ سکھائی ہے
تُو نے طارق متاعِ شعر و سُخن
اُس کی نظرِ کرم سے پائی ہے
کون رہتا ہے یوں خیالوں میں

ہجر کی شب آنسوؤں میں آنکھ کو دریا نہ کر

ہجر کی شب آنسوؤں سے آنکھ کو دریا نہ کر
یوں کسی کی یاد میں تُو رات دن تڑپا نہ کر

ظرف اعلیٰ ہو تو کچھ اظہار ہونا چاہیئے
گھونٹ دو پی کر کہیں ایسے یہاں ڈولا نہ کر

قیس کیا سکھلائے گا تُجھ کو سنورنے کا طریق
عشق کی اقدار لیلیٰ سے کبھی سیکھا نہ کر

رحمتِ باری سے مایوسی نہیں امّید رکھ
اس کے در سے دور ہو کر دربدر بھٹکا نہ کر

یوں سرِ بازار اظہارِ تعلق کے لئے
تُو نگاہیں پھیر کر ایسے مجھے رسوا نہ کر

ابتدا سے انتہا تک جو نظر آیا مجھے
اعلیٰ ہیں خادم ترے ان میں مجھے ادنیٰ نہ کر

طارق اپنی زندگی گزرے جو اس کی چاہ میں
ہے یہی کافی بس اب کچھ اور تُو مانگا نہ کر

دور جب مجھ سے میرا خدا ہو گیا

دور جب مجھ سے میرا خُدا ہو گیا
ذات سے اپنی خود میں جداہو گیا

خواہشیں ہر گھڑی میری بڑھتی گئیں
ایسے دنیا میں سارا فنا ہو گیا

غیر کیا کوئی سمجھے مِرے پیار کو
میرا اپنا تھا ، مجھ سے خفا ہو گیا

رکھ کے مرہم مسیحا نے دی زندگی
اس کا آنا ہی میری شفا ہو گیا

ختم کرنے کو آئیں جسے ظلمتیں
اُس کی لو سے اندھیرا فنا ہو گیا

کس تعلق سے اس کی ہوئی ابتدا
کب ہوا کچھ پتہ نہ چلا ہو گیا

کیسے راضی کروں اپنے دلدار کو
زندگی کا یہی مُدّعا ہو گیا

خود ہی بڑھتا گیا پیار کا سلسلہ
وہ مرے پیار کی انتہا ہوگیا

اس سے پہلے کسی نے بھی پوچھا نہ تھا
اب سبھی کو مرا آسرا ہو گیا

داد ملتی رہی شعر کہتا گیا
آسماں سے سُخن جو عطا ہو گیا

یوں عطا عشق کا مرتبہ ہو گیا
وہ ملا تو میں خود سے جدا ہو گیا

مرا علم کیا مرے ہر سبق کی ہوئی یہیں سے ہے ابتدا

مرا علم کیا مرے ہر سبق کی ہوئی یہیں سے ہے ابتدا
ترا حُسن جلوہ نُما رہا مرے عشق کی رہی انتہا

وہ مزہ ملا تری دید کا مجھے وصل کی ہوئی آرزو
مری تشنگی بھی سوا ہوئی مری اور بڑھ گئی اشتہا

جو نماز کی ہے ادا کہیں تُو سدا رہا مرے روبرو
میں جُھکا رہا ترے در پہ ہی گو امام کی رہی اقتدا

مرے دوست جب سے بچھڑ گئے کہوں کیسے گزری ہے زندگی
کبھی آ ملیں جو وہ پھر یہاں ، وہ بھی دیکھتے یہی معجزہ

مری ناؤ ہے جو رواں دواں اسے بادباں کا ہے آسرا
میں بھنور میں جب بھی ہوں گھِر گیا مرا ایک ہی رہا ناخدا

مرا قبلہ کعبہ وہی رہا میں وہاں رہا جہاں وہ رہا
رہا مصلحت سے جو دیس میں بنا بے بسی کا وہ کربلا

تُو جہاں رہا وہ ترا رہا ،کیا معاف جب بھی ہوئی خطا
تجھے چھوڑ کر تو نہیں گیا ،بھلا طارق اس کا ہو شکر کیا

مرے ہر ذرّے کی اُس پر بنا ہے

مرے ہر ذرّے کی اس پر بنا ہے
اسی سے تو ملا ہے جو ملا ہے

اسی کے نور سے روشن ہے سورج
مہ و انجم کو نور اس سے ملا ہے

زمین و آسماں جنّت جہنّم
اسی کا یہ چلایا سلسلہ ہے

شجر ،صحرا ،سمندر، کوہ و دریا
ہر اک اُس حسن کا مظہر بنا ہے

اسی سے آئی ہے پھولوں میں خوشبو
پھلوں کو ذائقہ اس نے دیا ہے

پرندوں کو اڑایا ہے فضا میں
ہواؤں کو مسخّر جو کیا ہے

کہیں ہے آبشاروں کا ترنّم
کہیں وادی میں جھرنا گا رہا ہے

پہاڑوں پر ہیں جھیلوں کے پیالے
سمندر میں سمندر چل رہا ہے

کہیں سر سبز ہیں جنگل ہوئے تو
کہیں صحرا میں اُترا رہنُما ہے

ضرورت جسم کی یا رُوح کی ہے
مری خوراک کا ساماں ہوا ہے

مسلسل بھیج کر اتنے پیمبر
سبھی کو رہنما اپنا دیا ہے

یہاں پر علم کا دریا رواں ہے
نبوّت دے کے دیں کامل کیا ہے

محمدؐ اور احمد تیرے طارق
خزانہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہے

چلا تھا میں بھی دو قدم صنم کی رہنمائی میں

چلا تھا میں بھی دو قدم صنم کی رہنمائی میں
مگر تھا راستہ کٹھن میں رہ گیا چڑھائی میں

نشیب زندگی میں ہیں ، فراز کا ہے سامنا
ہے آبشار کوہ پر ، ندی بنی جو کھائی میں

زبان ساتھ دے تو میں کہوں اسے بُرا بھلا
مگر کوئی نہ یہ کہے ہے فرق بھائی بھائی میں

ہے دولتِ جہاں رہی عزیز مجھ کو اب تلک
مگر سکوں مجھے ملا، کسی کی آشنائی میں

ہے گردشِ زمیں تو ایک سمت میں رواں مگر
درونِ ذرّہ گردشیں نہ رہ سکیں جُدائی میں

ہے کس نے حسن میں کشش کو اس طرح سے بھر دیا
کہ عشق مبتلا ہوا جنونِ دلرُبائی میں

اگر ہو معرفت عطا، اثر ہو بات میں ذرا
مجھے بھلا پڑی ہے کیا کسی کی بے وفائی میں

سمجھ سکا نہیں ہے تُو کہ کاروبارِ عشق میں
ہے جیت اس کے نام جو رہا ہے پارسائی میں

کہوں جو دیر ہو گئی تو میری وہ سنے گا کیا
اسے تو لطف آ رہا ہے میری جگ ہنسائی میں

وہ پاک ذات ہے کرے گا کیسے اس کا سامنا
وضو تو کر، گزار وقت قلب کی صفائی میں

مدد خدا کی آگئی تو فتح بھی قریب ہے
اے طارق اب دعا تو کر ،حضورِ کبریائی میں

چلا ہوں دور تلک اس قدر جو ہمّت ہے

چلا ہوں دور تلک اس قدر جو ہمّت ہے
عطا اسی کی تو ہے جو سراپا رحمت ہے

کسی بھی حال میں اس کو میں چھوڑ دوں کیسے
مجھے تو اس کی محبّت سے بھی محبّت ہے

میں اس سے دور رہوں یہ تو ہو نہیں سکتا
وہ اپنے پاس بٹھاتا ہے اس کی شفقت ہے

عجیب نظروں سے تر دامنی نہ دیکھ مری
رہے وہ دل میں، یہ مستور میری فطرت ہے

مجھے تو بھیجا گیا تھا یہاں عبادت کو
میں اس سے دور ہوا یہ کہاں اطاعت ہے

زمانہ لے کے چلا ساتھ اپنے مجھ کو بھی
مگر میں خوش ہوں مجھے پیار کی اجازت ہے

ہے طارق آج بھی وارفتہ اس کی چاہت میں
کہ جس کے گھر کی طرف دیکھنا عبادت ہے

جو کھڑا ہوں جائے نماز پر، رہے فرش پر ہی مری نظر

جو کھڑا ہوں جائے نماز پر ، رہے فرش پر ہی مری نظر
میں دراز قد نہ سہی مگر , یہ نگہ رہے، ترے عرش پر

میں فدائے دینِ ہدیٰ رہوں درِ مصطفےٰ کا گدا رہوں
ترے ذکر سے رہیں لب یہ تر، کروں زندگی کا میں یوں سفر

مری سوچ اتنی بلند ہو ، پڑی کہکشاں پہ کمند ہو
وہ جو لکھ دیا مری لوح پر ، ملے مرتبہ وہ بلند تر

مرا علم رہنمائی دے ، جو مرے عمل میں دکھائی دے
کرے دور ظلمتِ دل اگر، مرا نور ہو مرا راہبر

مرا عزم ایسا صمیم ہو ،لگے کوئی کوہِ عظیم ہو
میں جیوں تو سچ ہو زبان پر،جو ہو جاں فدا اسی راہ پر

مرا تُجھ پہ پُختہ یقین ہو ، ترے در پہ میری جبین ہو
جو ہو راستہ کبھی پُر خطر ، مجھے خوف ہو نہ کوئی ہو ڈر

جو ملیں مجھے تری نعمتیں ، وہ رہیں گی تیری امانتیں
ہیں عطا ہوئے جو بھی مال و زر، بڑے نیک دُختر اور پسر

وہ جو تیرا بندہ ہے طارق اب ، کرے عاجزی سے یہ التجا
مری سُن تُو ہو کے قریب تر ، تری رحمتوں کا کُھلا ہے در

واقف ہے میرے حال سے، سب باخبر ہے وہ

واقف ہے میرے حال سے، سب باخبر ہے وہ
دل پر مرے کمال کی رکھتا نظر ہے وہ

دستک جو دے رہا ہے مرے دل پہ بار بار
اِنِّیّ قریب کہہ کے مرا منتظر ہے وہ

ڈھارس بندھائی دل کی یہ کہہ کر کبھی کبھی
اُس نے کہا تو سچ ہے، بڑا معتبر ہے وہ

پائے گا اب جہاں میں کہاں، کس جگہ اماں
در یار کا جو چھوڑے ، ہوا دربدر ہے وہ

دُشمن ستم گری کی لکھے جب بھی داستاں
ہر بار حوصلے کو بنا چارہ گر ہے وہ

بیٹھے ہیں جس پہ آکے پرندے جہان کے
جس کو خدا نے آپ لگایا شجر ہے وہ

دل مطمئن سا ہو گیا سُن کر جسے مرا
طیّور نے سنائی جو، اچھی خبر ہے وہ

تم پھر رہے ہو ڈھونڈتے طارق کہاں اسے
حبلِ ورید سے کہیں نزدیک تر ہے وہ

کبھی تنہائی میں یہ سوچ کر آنکھیں اگر نم ہوں

کبھی تنہائی میں یہ سوچ کر آنکھیں اگر نم ہوں
ہے کتنا مہرباں رحماں خُدا، تو دُور سب غم ہوں

ہیں نظّارے ،اشارہ کر رہے اس کی طرف پھر بھی
پہنچ پائیں جو اس کی ذات تک وہ دیدہ ور کم ہوں

اگر راہِ محبّت میں ہیں کانٹے ، پھول بھی تو ہیں
یہاں خوش خبریاں لے کر فرشتے ساتھ ہر دم ہوں

فراقِ یار میں شب بھر بہائے تُو نے جو آنسو
چمن میں چار سُو کھِلتے ہوئے پھولوں پہ شبنم ہوں

اگر حُسنِ جمالِ یار کا دیدار آساں ہو
تو پتھر طُور کے، جلوے سے اک، مٹّی میں کیوں ضم ہوں

ادا ہم شکر اس کی نعمتوں کا کر نہیں سکتے
جبینیں اپنی اس کے سامنے ہر آن گو خم ہوں

گزاری ہم نے غفلت میں ، کہا اس نے ہمیں طارق
جھجکنا چھوڑ بھی دو جب تمھارے سامنے ہم ہوں

جب کہیں بندگی نہیں ہوتی

جب کہیں بندگی نہیں ہوتی
زندگی زندگی نہیں ہوتی

لوٹ آتے اگر خُدا کی طرف
اتنی افسردگی نہیں ہوتی

کیا کسی کو حساب دینا ہے
زندگی دل لگی نہیں ہوتی

آسماں سے پیام آیا ہے
روشنی تیرگی نہیں ہوتی

صاف جب وہ کرے تو پھر دل میں
کوئی بھی گندگی نہیں ہوتی

مار ڈالا تری اداؤں نے
ورنہ شرمندگی نہیں ہوتی

حُسنِ یوسف خرید لیتا اگر
اتنی کم مائیگی نہیں ہوتی

کیا حقیقت ہے کیا فریبِ نظر
سادگی سادگی نہیں ہوتی

ابر برسا ہے پھر بھی صحرا میں
کوئی روئیدگی نہیں ہوتی

چھوڑتے حرص وہ تو دنیا میں
اتنی در ماندگی نہیں ہوتی

گر نہ آتا وہ میری محفل میں
اتنی تابندگی نہیں ہوتی

میری خواہش دِکھائے وہ چہرہ
اس سے بے پردگی نہیں ہوتی

گر محبّت نہ کھینچ لاتی یہاں
اُس کی ہمسائیگی نہیں ہوتی

رہبر خُدا اگر ہو تو آتا ہے شاد کام

رہبر خُدا اگر ہو تو ، آتا ہے شاد کام
منزل اسے ملے کہ جو ، چلتا ہے تیز گام

کیسے عزیز ہو مجھے ، اب کوئی دوسرا
ہے کون جو محبتیں ، کرتا ہے ایسے عام

ہوتے ہیں اسکے گھر میں بھی صف بستہ یوں تو لوگ
پر پاک صاف دل میں ہی رہتا ہے وہ مدام

رقص وسرود و مے کی ضرورت نہیں مجھے
وہ اپنی معرفت کے پلاتا ہے آپ جام

مقبول ہو سکا نہ وہ میری نگاہ میں
گو خوبرُو ہو پر نہیں رہتا جو خوش کلام

طارق کمال تیرا تو اس میں نہیں کوئی
اس کی عطا ہے جو تجھے ملتا ہے احترام

وہ آئے سامنے اتنا تو اعتبار کرے

وہ آئے سامنے اتنا تو اعتبار کرے
ہمیں یقین تو آئے وہ ہم سے پیار کرے

محال ہے یہ کوئی جی سکے گا اس کے بنا
مریض وہ جو مسیحا کا انتظار کرے

نگاہیں ڈھونڈتی ہیں کب وہ باغباں آئے
چمن میں آئے خزاں کو وہ پھر بہار کرے

جو آسمان سے اُترا ہے وقت پر پانی
وہ تشنہ روحوں کو جی بھر کے آبیار کرے

نمایاں ہو گئے کتنے گلاب پھولوں میں
نہ رنگ کوئی نہ روپ ان سا اختیار کرے

ہے گردشوں میں جہاں ، کُن کا حکم جاری ہے
نہیں مجال کسی کی ، یہاں قرار کرے

لہو بہا کے جو اپنا چمن میں رنگ بھریں
فراق ان کا ہمیں کتنا سوگوار کرے

نفَس نفَس سے ہوا کہہ رہی ہے چلتے ہوئے
چلے وہ ساتھ تو منزل سے ہمکنار کرے

زمانہ گزرا ہے اب اس کے ساتھ چلتے ہوئے
جدائی کیسے نہ طارق یوں بے قرار کرے

ہے اس کی یاد، پیار کی لذّت لئے ہوئے

ہے اس کی یاد ، پیار کی لذّت لئے ہوئے
پیدا ہوئے تھے ہم یہی فطرت لئے ہوئے

رہتا جمالِ تام ہے پردے میں گو نہاں
ہر شے ہے اس کا حسن و لطافت لئے ہوئے

جلوہ نما ہے ایک وہی ، کائنات میں
پر چاہیئے نظر ہو محبّت لئے ہوئے

قدرت سے اس نے اپنی ، بنایا ہے جو نظام
دیکھا ہے عقل نے اسے حیرت لئے ہوئے

نازاں تھے اپنے فہم پہ جو صاحبِ شعور
لوٹے ہیں دل میں علم کی حسرت لئے ہوئے

یہ بھی ہوا ہے بار ہا مُشکل میں جب پڑے
دیکھا ہے اس کو سامنے رحمت لئے ہوئے

گر اس کا جاہ و حشم ہو مدِّ نظر ہمیں
ہر اک مقام پر رہیں عزّت لئے ہوئے

طارق اسی کے در سے ہیں وابستہ راحتیں
بیٹھو یہیں پہ فہم و فراست لئے ہوئے

روشنی میں نہ دن کو رات کرو

روشنی میں نہ دن کو رات کرو
کچھ جنوں کو خرد سے مات کرو

حسن جلوہ گری کرے نہ کرے
تم جو عاشق ہو احتیاط کرو

لکھ نہ پاؤ گے سب کی سب باتیں
گر سمندر بھی تم دوات کرو

چاند سورج بھی لے کے آؤ گر
نورِ انساں کے آگے ہاتھ کرو

لا مکاں میں ہے لا مکاں ہے وہ
تم نہ محدود اس کی ذات کرو

حسن اس کا ہے چار سُو ظاہر
آنکھ کھولو تو التفات کرو

کچھ تعلّق جو اس سے رکھتے ہو
پیش تم بھی تو معجزات کرو

ہے مکّرم وہی جسے وہ کہے
تم مقدّم نہ ذات پات کرو

ہم ہیں دیدار کے تمنّائی
یوں نہ پردے میں رہ کے بات کرو

طارق ایسے نہ دل کی گلیوں میں
رات چپکے سے واردات کرو

زمین و آسماں گردش میں جو افلاک ہیں سارے

زمین و آسماں گردش میں جو افلاک ہیں سارے
شجر دریا سمندر سب ترے نقشِ قدم پیارے

گُل و خوشبو کی باتیں ہوں ، غزل نغمے ہوں بلبل کے
سُنوں تو مُسکرا دوں ، دور ہوں سب دل کے غم پیارے

چلوں میلوں تلک ، تھک کر نہ بیٹھوں ، راہ میں تیری
میں جب تک پا نہ لوں منزل،رُکیں کیوں کر قدم پیارے

جمالِ یار کے قصّے بڑھائیں میری ہمّت کو
اشارے حُسن کے پا کر رہوں میں تازہ دم پیارے

دواتوں کے سمندر ہوں ، قلم اشجار ہوں سارے
تری تعریف لکھیں جب سبھی پڑ جائیں کم پیارے

گِنے کیسے کوئی جو نعمتیں تُو نے عطا کی ہیں
ہوئے پیہم، مرے ہمدم، ہیں تیرے سب کرم، پیارے

کہاں زیبا، تمہیں طارق ، ہے دعویٰ پیار کا ،اس کے
ابھی سے تھک گئے ہو کیا ، بڑھاؤ تو قدم پیارے

گو ہوا اتنا مرے پیار کا اظہار ہوا

گو ہوا اتنا ، مرے پیار کا اظہار ہوا
یوں ہی رُسوا مِرا قاتِل سرِ بازار ہوا

جاگ اُٹھی ہے کہیں دل میں محبت اُس کی
لوٹ آنے کا سبب ہجر کا آزار ہوا

تھا بڑا فخر جسے، شعلے کی فطرت پا کر
مل گیا مٹی میں جب راندہ ٔ در بار ہوا

فضل و احساں ترا پاتا ہے ہمیشہ انساں
تیرے در پر جسے سجدہ نہ کبھی بار ہوا

دیکھ کر حُسن جو طارق کو خُمار آیا ہے
بے مزہ کب ترے مے خانے میں مے خوار ہوا

نظر دوڑایئے گا ہر زماں میں

نظر دوڑایئے گا ہر زماں میں
ہے رخنہ کوئی کیا کون و مکاں میں

زمیں کا حسن ہیں صحرا و دریا
سحر کُن چاند تارے آسماں میں

غنیمت ہے کہ مل بیٹھے یہاں سب
بہت سے اور بھی ہیں کارواں میں

زمانے کو نہیں فرصت ذرا بھی
بھلا رکھا ہے کیا عِشقِ بتاں میں

جنوں میں ہوش کی باتیں اگر ہوں
کوئی گہرا سبق ہے داستاں میں

مری یادوں میں آکر شور کرنا
نہیں آداب میرے اس مکاں میں

رہی اک شاخِ دل اب تک ہری ہے
ہوئے ہیں زرد پتّے گلستاں میں

' الٰہی ایک دل کس کس کو دوں میں '
ہیں اتنے چاہنے والے جہاں میں

تری سب خواہشیں پوری ہوں طارق
نہاں ہو جائے گر یارِ نہاں میں

لذّتِ عشق کے اسرار کو پایا کیا کیا

لذّتِ عِشق کے اسرار کو پایا کیا کیا
اس نے بھی وعدۂ دیدار نبھایا کیا کیا

اس کی بس ایک نظر پڑ گئی چلتے چلتے
ایک لمحے میں غضب اُس نے پہ ڈھایا کیا کیا

اپنے تو اپنے رہے اس نے کہاں فرق کیا
جام غیروں کو بھی جی بھر کے پلایا کیا کیا

اُس ثمر دار شجر نے کِیا سایہ ایسے
چھاؤں میں بیٹھ کے پھل اس کا ہے کھایا کیا کیا

پُوچھتے ہم سے ہو کیا راز اسے پانے کے
ہم نے کیا پیش کِیا اس نے لُٹایا کیا کیا

کون جانے وہ کہاں کب تمہیں مل جائے گا
اس نے پہچان کا انداز دکھایا کیا کیا

کون رکھے گا شُمار اتنے ہیں احساں طارق
اس کی چاہت سے مِرے گھر میں ہے آیا کیا کیا

تھام لیتا ہے جو بھی ہاتھ اُس کا
پار وہ خوش نصیب اُترا ہے

باب دوم

نعتیہ کلام

نعت رسولِ مقبول ﷺ

آسماں سے حبیب اُترا ہے
ربّ کے گھر سے قریب اُترا ہے

مُردہ روحوں کو زندگی دینے
لے کے نُسخہ عجیب اُترا ہے

عرش نے دی صدائے صلِّ علیٰ
جب خُدا کا نقیب اُترا ہے

ہے فرشتوں کو حکم بھیجو درود
دیکھو ایسا نجیب اُترا ہے

بھرنے کشکول آئے شاہ وگدا
وہ جو بیکس غریب اُترا ہے

ایک اِک لفظ ہے خُدا کا کلام
کیسا یکتا خطیب اُترا ہے

جو دُعا کی وہی قبول ہوئی
ایسا مضطر مجیب اُترا ہے

کون لے گا تِرا حساب وہاں
جب یہاں پر حسیب اُترا ہے

ماند سب پڑ گئے ستارے جب
پھِر وہ ماہِ مُنیب اُترا ہے

لفظ لفظ اُس کا دِل پہ جادو کرے
مُنفرد وہ ادیب اُترا ہے

تھام لیتا ہے جو بھی ہاتھ اُس کا
پار وہ خوش نصیب اُترا ہے

عِشق میں اُس کے میں جو قُرباں ہوں
کیوں پریشاں رقیب اُترا ہے

ہاتھ تُو بھی بڑھا کے نبض دِکھا
تیرا طارق ، طبیب اُترا ہے

ذکر چھیڑا ہے ایک مہ رُخ کا

ذکر چھیڑا ہے ایک مہ رُخ کا
ایسی ہمّت بھلا کہاں مُجھ کو

اِک حسیں تذکرہ محبت کا
تیرے جلووں نے دی زباں مُجھ کو

اس قدر رات کا اندھیرا تھا
چشمِ بینا ملی وہاں مُجھ کو

ٹھوکریں کھا کے میں تو گر جاتا
گر نہ ملتا ترا نشاں مُجھ کو

تیری رحمت ہوئی ہے جلوہ گر
شکر واجب کہاں کہاں مُجھ کو

تُو نے کُوئے صنم دکھایا ہے
تھا وہ یارِ نہاں ، نِہاں مُجھ کو

صدق پیشِ نظر ہوا جب سے
تیری عظمت ہوئی عیاں مُجھ کو

تیرا آنا خُدا کا آنا ہے
ایسا واضح ہُوا بیاں مُجھ کو

تُو نے مظلوم کی حمایت میں
دی وہ جرأت ملی زباں مُجھ کو

حق اسیروں نے پالئے تُجھ سے
تیرے در سے ملی اماں مُجھ کو

تیری تعلیم سے ہوئے پیارے
سب یتیم اور بیٹیاں مُجھ کو

بے شُمار اس قدر ترے احساں
غیر مُمکن ہوا بیاں مُجھ کو

دورِ آخر میں پھر سے آئے گا
تیرے ملنے کا تھا گُماں مُجھ کو

چاند گہنا گیا تو سُورج بھی
تیرا روشن ہوا نشاں مُجھ کو

جب سے در پر ترے سلام کیا
پائے دُشمن بھی مہرباں مُجھ کو

تیرے آنے سے وُہ بہار آئی
غنچہ و گُل ہوا جہاں مُجھ کو

عشق صبر آزما سُنا تھا پر
اور کتنے ہیں امتحاں مُجھ کو

میں نچھاور ہزار بار کروں
تجھ سے پیاری نہیں یہ جاں مُجھ کو

سلام بنام رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم

السّلام السّلام السّلام السّلام

ہو گیا جب سے روشن وہ ماہِ تمام
آ رہی ہے صدا السّلام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

اس کی خاطر بنے ہیں جہان و مکاں
کب سے جاری ہوا یہ نظام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

چاند سورج ستارے بھی روشن ہوئے
راہ تکتے رہے صبح وشام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

جتنے آئے تھے پہلے نبی رہنُما
سب سے بڑھ کر ہے اس کا مقام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو سردار لڑتے سرِ دار تھے
پیار سے کہتے ہیں اب سلام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

جو کراہت نہ کرتے تھے مُردار سے
سوچتے ہیں حلال وحرام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

کتنے ظالم تھے سفاک تھے راہزن
ہو گئے تیری رحمت سے رام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو صدیوں کے مُردے تھے زندہ ہوئے
اِک دُعا سے ہوا سارا کام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

تیری آواز بہرے بھی سننے لگے
تُجھ سے گونگوں نے سیکھا کلام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

تیرے جلوے سے اندھے بھی بینا ہوئے
جان پائے وہ تیرا مقام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

دِل کے بیمار سارے شِفا پا گئے
ہو گئے دُور ان کے جذام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

سارے انعام اترے ہیں ان کے لئے
جو ہوئے تیرے عاشق غلام السلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

پھر سے روشن ہوا جب وہ ماہِ تمام
آئی پھر سے صدا السّلام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو صحرا کی وادی میں چشمہ بہا
پھر سے کوثر کا لایا ہے جام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

یہ جو خوشبو عجب سی فضاؤں میں ہے
لے کے آئی ہے اُس کا پیام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

آج بھی لوگ قُرباں ہیں اس راہ میں
پاگئے ہیں شہادت مقام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

نام پروانوں میں جس کا لکھا گیا
سرخرو ہو گیا شاد کام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

میرے مولا نے بھیجا ہے تجھ کو سلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

خدا کے بندوں میں سب سے اعلیٰ خدا کا جو اک نذیر آیا

خدا کے بندوں میں سب سے اعلیٰ، خدا کا جو اک نذیر آیا
وہ سب جہانوں میں رحمتوں کا پیام لے کر، بشیر آیا

جو ظلمتوں کے عمیق گڑھوں میں گر گئے تھے، ذلیل ہو کر
وہ پستیوں سے نکال کر ، ان کو دینے خیرِ کثیر آیا

وہ ظلم کی چکیوں میں پِس کر، ہوئے تھے حیوان سے بھی احقر
امان پائی خدا کے بندوں نے ، امن کا جب سفیر آیا

نہیں تھے جن کے حقوق کوئی، غلام رہتے تھے عمر بھر جو
انہیں رہائی دلا کے ، ان کو بنانے والا امیر آیا

خدا کی خاطر گزارے دن اور ، عبادتوں میں بِتائیں راتیں
نہ اس سے پہلے کسی نے دیکھا ، وہ عاشقِ بے نظیر آیا

خدا کی رحمانیت کا پرتو رحیم تھا وہ کریم تھا وہ
خدا کا عاشق بنانے والا ، خدا کا بن کے نصیر آیا

خدا کے عرفاں کا فیض دے کر ، کیا ہے سیراب تشنگی کو
عطا سمندر تھی جس کی ایسا ، وہ منعمِ دل پذیر آیا

وہ حسن واحساں کا ایسا سورج، نہ اس سے پہلے فلک نے دیکھا
کئے جو روشن زمیں زماں سب ، مقدّروں کا قدیر آیا

یہ چاند چہرہ ستارہ آنکھیں ، ہوئی ہیں روشن اسی کی لو سے
محبّتوں کی لطیف گرمی لئے وہ مہرِ منیر آیا

وہ امّیوں کا تھا فخر جس کو ، خدائے رحماں نے خود سکھایا
بتائے قرآں کے وہ معارف ، نہ اس سا عالِم کبیر آیا

بتانِ وہم و گماں کو تَج کر ،یقیں کے زیور سے سج سنور کے
خدا کی توحید کا پیمبر، وہ سب سے بڑھ کر اخیر آیا

خدا کی خاطر گزارتا تھا جو زندگی کا ہر ایک لمحہ
ہماری بگڑی بنانے آخر، اسی کے در کا فقیر آیا

خدا کی جُودو سخا کا مظہر عطا ہوا جس کو حوضِ کوثر
وہیں پہ پہنچا جو تشنہ روحوں کا ایک جمِ غفیر آیا

اسی کے در پر پڑا ہے طارق اسی کے گھر کا ہوا ہے مہماں
زہے مقدّر وہ اس کے لطف وکرم کا ہو کے اسیر آیا

ماند سب پڑ گئے ستارے جب
پھِر وہ ماہِ مُنیب اُترا ہے

باب سوم

کلام دربارۂ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

و خلفائے کرام

کِس زمانے کی بات کرتا ہے

کِس زمانے کی بات کرتا ہے
لوٹ آنے کی بات کرتا ہے

وہ فلک پر کبھی گیا ہی نہ تھا
جس کے آنے کی بات کرتا ہے

جب سے راس آگیا قفَس ہر دل
آشیانے کی بات کرتا ہے

ہو گی مقصود پردہ پوشی مری
وہ جو آنے کی بات کرتا ہے

غیر پرکھے تو خیر ، وہ بھی مگر
آزمانے کی بات کرتا ہے

کھویا محبوب میں نے، وہ مجھ سے
بھول جانے کی بات کرتا ہے

کیا خُدا کی اُسے بتائیں وہ
بُت گِرانے کی بات کرتا ہے

ڈوب جاتا ہے میرا دِل اُس پل
جب وہ جانے کی بات کرتا ہے

چاند تارے ، زمین ، سورج بھی
اُس کے آنے کی بات کرتا ہے

حُسن وہ جس کے تم بھی شیدا ہو
پاس آنے کی بات کرتا ہے

مُردہ روحوں کو پھر سے قُم کہہ کر
وہ جِلانے کی بات کرتا ہے

گر تُو سمجھے تو آ یہیں بیٹھے
کِس خزانے کی بات کرتا ہے

اُس پہ طارق فدا ہوا جب سے
جاں لُٹانے کی بات کرتا ہے

جو آنکھ کھولو تو کچھ آشنائی پاؤ گے

جو آنکھ کھولو تو کچھ آشنائی پاؤ گے
ضمیر اپنا ہی دیتے دُہائی پاؤ گے

قلم ہوئے ہیں جو سر، شہر میں ادیبوں کے
مرے لہو کی وہیں روشنائی پاؤ گے

محبّتوں نے الگ کب کیا ہے انساں کو
یہ نفرتوں کی رہی کارروائی پاؤ گے

غلط کہا جو کہا زندگی ہماری ہے
نظر جو آتی ہے اپنی، پرائی پاؤ گے

کہیں کہیں جو چمن میں نہیں مہک اس کی
وہاں پہ آگ کسی کی لگائی پاؤ گے

وہ آسمان سے اُترا زمیں پہ، سب کے لئے
قریب آؤ تو، سب رہنمائی پاؤ گے

اسی کے ہاتھ میں روشن ہے، معرفت کا چراغ
جو اس نے ظلمتوں میں رہ دکھائی، پاؤ گے

جنم جنم سے جو بات اس کے خوں میں شامل ہے
تم اس کو دیکھو تو وہ پا رسائی پاؤ گے

ہے طارق آج زمانے میں ایک ہی رستہ
چلو جو اس پہ مقام انتہائی پاؤ گے

عادت ہمیں جو پڑ گئی ہے تیرے پیار کی

عادت ہمیں جو پڑ گئی ہے تیرے پیار کی
اب ہر گھڑی کٹھن ہوئی ہے انتظار کی

پھر سے ترے وصال کا سامان جلد ہو
آقا دعا ترے لئے دیوانہ وار کی

وہ آ گئے ہیں دن جو گزرتے تھے تیرے ساتھ
ایسے میں ملاقات بھی تو بار بار کی

تیری حسین یادیں بڑھاتی ہیں اضطراب
دھڑکن کو کون تھامے دلِ بے قرار کی

گل کیا ، چمن بھی تیرے بنا ، سب اداس ہیں
گلشن نے اپنے گِرد فضا ، سوگوار کی

کلیوں کو مُسکرانے کی عادت نہیں رہی
پھولوں کو ڈھانپ بیٹھی ہے ، اک باڑ خار کی

آؤ تو مل کے گائیں ہم نغمے بہار کے
نفرت ہو دور ، ایسی ہو آواز پیار کی

پھر گونج اُٹھے نعرۂ تکبیر سے فضا
ہوں پھر رسا دُعائیں ، تہجّد گزار کی

طارق رہی ہے دل کی تمنّا یہی سدا
آتی رہے صدا ہمیں رِضوانِ یار کی

جہاں جہاں بھی تُو ٹھہرا جہاں چلا ہو گا

جہاں جہاں بھی تُو ٹھہرا ، جہاں چلا ہو گا
وہی تو قبلہ و کعبہ ، مرا رہا ہو گا

میں ہو گیا جو معطّر ، تری محبّت سے
زمانہ اب مری خوشبو سے ، آشنا ہو گا

سہانے خوابوں سے میں نے ، بسائی جو دنیا
تو اس میں ہر جگہ تُو ہی تو پھر رہا ہو گا

وہ آج مجھ سے ملا جب تو کچھ خفا سا تھا
غلط کسی نے مرے بارے ، کہہ دیا ہو گا

مری وفا میں اسے کب ہے کوئی داغ ملا
صفائی دل کی جو کی ، وقت کچھ لگا ہو گا

چمن میں ایک سے بڑھ کر ہے ایک گل لیکن
الگ وہ ان میں ، نمایاں بہت ، دِکھا ہو گا

یہ تم جو آہٹیں اپنے قریب سُنتے ہو
بتا رہی ہیں ، وہ نزدیک آ گیا ہو گا

کہاں پہ رہ گئے طارق ، کہ اتنی دیر ہوئی
تمہارا قافلہ شاید ، نکل چکا ہو گا

جو اپنے ہاتھ سے میں نے کلام لکھا تھا

جو اپنے ہاتھ سے میں نے کلام لکھا تھا
بڑے ہی پیار سے اس میں سلام لکھا تھا

پرانے کاغذوں میں وہ کہیں پڑا ہو گا
وہ خط جو میں نے کبھی تیرے نام لکھا تھا

جنوں کے رنگِ محبّت کی روشنائی میں
جو دل پہ گزری ، وہ سارا پیام لکھا تھا

ہیں زندگی کا اثاثہ مرا ، وہی کچھ دن
کہ در پہ تیرے جو ، میرا قیام لکھا تھا

نصیب اس کے ہمیشہ ، ہوئے ہیں تابندہ
کہ تیرے سامنے ، جس کا مقام لکھا تھا

کبھی جو آئے تصوّر میں وہ حسیں لمحے
وہ ہوں گی خواہشیں پوری ، تمام لکھا تھا

میں طارق ایسے جیا ہوں کہ جاں لُٹا کر بھی
اسی کے نام پہ جینا ، مدام لکھا تھا

مسرور جب سے ہو گیا محبوب دوستو

مسرور جب سے ہو گیا محبوب دوستو
ہم پر کرم خدا کا ہوا خوب دوستو

دیکھا ہے اس نے مست نگاہوں سے ایک بار
ہم تو اسی سے ہو گئے مضروب دوستو

پھرتے ہیں اس گلی میں جو دیوانہ وار ہم
کہتے ہیں لوگ ہو گئے مجذوب دوستو

جب سے ہوا ہے آ کے وہ آباد شہر میں
کوچے یہاں سبھی ہوئے مرغوب دوستو

کتنے ہی لوگ لے گئے حسرت دلوں میں یہ
ہم اس سے کیوں نہ ہو گئے منسوب دوستو

دُنیا کو اس نے پیار کا ایسا سبق دیا
دُشمن بھی اس سے ہو گئے مرعوب دوستو

ساقی لُٹائے علم اور معرفت کے جام
پی کر تو دیکھو ، یہ کبھی مشروب دوستو

ظلمت رہی ہے بر سرِ پیکار ، نور سے
کیوں صبحِ نو سے ہو گئے ، محجُوب دوستو

وہ خود ہی فیصلہ کریں ، خود ہی جرح کریں
کوئی ہمارا بھی تو ہو ، مندوب دوستو

لکھی گئی ہے فتح ہمارے نصیب میں
ہو کر رہے گا ، جو ہوا ، مکتوب ، دوستو

تم بھی بڑھا کے ہاتھ ، وہی ہاتھ تھام لو
گر ہے وصالِ یار ہی مطلوب ، دوستو

طارق سکھا دیا اسی نے گفتگو کا ڈھنگ
اعلیٰ سُخن کا ہو گیا اُسلوب دوستو

مدّتوں کے صبر کا شیریں ثمر کھایا نہار

مدّتوں کے صبر کا شیریں ثمر ، کھایا نہار
باغباں آیا چمن میں ، اس سے پھر آئی بہار

جانے کب سے تھا ہوا ، ویرانہ ، باغِ معرفت
رحمتِ باراں سے اب تو ہر طرف ہے سبزہ زار

وہ امامِ وقت آیا ، منتظر تھے جس کے سب
آؤ دیکھو کس طرح گلشن میں آیا ہے نکھار

زندگی کی ہے علامت ، کوئی حرکت ، دل میں ہو
دل دھڑکنے کی یہاں ، سن لو علامت بار بار

وہ گئے دن ، جب کہا کرتے تھے ، یہ سب جھوٹ ہے
اب تو حق ظاہر ہوا ہے ، پڑ رہی ہے ان کو مار

جو ہمیں دیتے تھے دعوت کہ مقابل آؤ تم
وقت آیا جب کبھی ، تو ہو گئے وہ سب فرار

ہم دعا کرتے ہیں ان کی آج بھی آنکھیں کھلیں
دور ہوں پردے وہ سب ، جن پر پڑا گرد و غبار

یاد ان کی جب بھی آئی آنکھ سے آنسو بہے
کاش وہ سمجھیں کہ ہم ان کے لئے ہیں بے قرار

ہم تو طارق کہہ رہے ہیں دوستو آؤ ادھر
روشنی پھیلی ہوئی ہے ، کیوں اندھیرے میں ہو یار

سہے سب ستم، رہا ضبطِ غم، نہیں آئی لب پہ کراہ بھی

سہے سب ستم، رہا ضبطِ غم ، نہیں آئی لب پہ کراہ بھی
صفِ دُشمناں بھلا تُم کہو ،کہ سُنی کہیں مِری آہ بھی

مرے پاس صبرو قرار تھا دِلِ مضطرب کو تھا آسرا
بنی ذات ربّ کریم ، کی مرے آنسوؤں کی پناہ بھی

تِرا حال چال بدل گیا ،ہوئے ختم سب ترے زُعم و دم
ملا خاک میں وہ غرور بھی ، تِرا مرتبہ ، تری جاہ بھی

تُو جو عقل سے ذرا کام لے ، تُو گرہ میں بات یہ باندھ لے
مرا علم روشنی یافتہ ، مری دوربیں ہے نگاہ بھی

مرا راہبر، مرا آئینہ ، اُسے سب خبر ، مرے حال کی
اُسے ساتھ ربّ کا عطا ہوا، یوں سجی ہے سر پہ کُلاہ بھی

ہوئے دُور سب مرے ہمّ و غم ، مِرے دِن خوشی میں بدل گئے
پڑی جب نظر ، مِرے یار کی، سبھی دُھل گئے ہیں گُناہ بھی

جو لہو بہا ، تری راہ میں، کِھلے پھول ، تیری نگاہ میں
جو فدا ہوئے سبھی مرد و زن ، وہی پا گئے ، تری چاہ بھی

سبھی آنکھ مُوند کے رہ گئے ، جو عیاں ہوئی تری روشنی
جہاں نُور ہو کہاں ظلمتیں ، ہوئی ختم ظلم کی راہ بھی

تِرا قُرب جب سے نصیب ہے، مِرے دل کا حال عجیب ہے
رہے انگ انگ خُمار میں ، کرے رقص دِل ، سرِ راہ بھی

ہوئی ہے جھوٹ کی یلغار آؤ مل بیٹھیں

ہوئی ہے جھوٹ کی یلغار ، آؤ مل بیٹھیں
کہیں نہ ہم پہ کرے وار ، آؤ مل بیٹھیں

خُدا نے جس کو تھمائی زمام دنیا میں
وہی ہے قافلہ سالار ، آؤ مل بیٹھیں

پکارتا ہے ہمیں ، سب بھلُائیں رنجش کو
پڑے نہ اس پہ کوئی بار ، آؤ مل بیٹھیں

جو نفرتوں کے شجر بوئیں گے ، وہی آخر
اسی کے پائیں گے اثمار ، آؤ مل بیٹھیں

ہوئے ہیں گم سبھی ، حرص و ہوائے دنیا میں
بچے ہیں کم یہاں دیں دار ، آؤ مل بیٹھیں

ہیں مشترک جو ، ہماری تمہاری قدریں سب
ہو ان کا برملا اظہار ، آؤ مل بیٹھیں

جو دیکھیں خوبی کہیں پر بھی ، اس کو اپنا لیں
نہ سمجھیں اس میں کوئی عار ، آؤ مل بیٹھیں

بھڑک اٹھیں نہ کبھی ، نفرتوں کے انگارے
ہمیشہ سب سے کریں پیار ، آؤ مل بیٹھیں

غرور ، کینہ ، تکبّر ، نہ خود نمائی ہو
دکھائیں عظمتِ کردار ، آؤ مل بیٹھیں

ہو احترام دلوں میں ، سبھی کے رہبر کا
کہ با وقار ہو گُفتار ، آؤ مل بیٹھیں

ہمارے دم سے ہی دنیا میں آشتی ہو گی
ہے ظلم بر سرِ پیکار ، آؤ مل بیٹھیں

حریص و ظالم و بےحِس جو ہو چکی کب سے
وہ جلد بدلے گی سرکار ، آؤ مل بیٹھیں

جو سجدہ گاہ تری آج تر ہوئی طارق
زمین ہو گئی تیّار ، آؤ مل بیٹھیں

پیار سے دیکھا جو اللہ کا گھر دیکھا ہے

پیار سے دیکھا جو اللہ کا گھر دیکھا ہے
مسجدِ فضل و مبارک کو دِگر دیکھا ہے

نوروں نہلائے بدن روحیں معطّر جن کی
ان فرشتوں سا کوئی کم ہی بشر دیکھا ہے

عرش تک ہوں جو رسا ، ایسی دُعائیں دیکھیں
فرش پر سجدے ، جنہیں اشکوں میں تر دیکھا ہے

کچھ تو بیماریٔ دل آج مرے کام آئی
خود مسیحا نے مجھے آ کے ، اِدھر ، دیکھا ہے

بُوئے گل ناز کرے ، اُس کو چمن میں پا کر
اُس کی خوشبو کا ہوا ایسا سحر ، دیکھا ہے

تھام پایا نہ دل اپنا ، نہ اُٹھی پھر سے نگاہ
جس کسی نے بھی اُسے ، ایک نظر ، دیکھا ہے

یوں تو گُفتار میں ٹھہراؤ ، مگر خندہ دہن
نُورِ دیں اس میں کہیں ، فضلِ عمر دیکھا ہے

دیں کی نصرت کے لئے ہمّتِ مرداں اس میں
ناصرِ دیں بھی ہے ، طاہر کا اثر دیکھا ہے

بانٹتا پھرتا ہے لوگوں میں جواہر ہر دم
خِیرہ کردے جو نگہ ، ایسا گُہر دیکھا ہے

خوش نصیب آگئے سب ایسے شجر کے نیچے
ہے اماں سائے میں ، میٹھے ہیں ثمر دیکھا ہے

حوصلہ تم بھی کرو ، ہاتھ بڑھاؤ طارق
پیار مشتاق نگاہوں میں ، اگر ، دیکھا ہے

یوں تو اب قربانیوں کی انتہا ہونے کو ہے

یوں تو اب قربانیوں کی انتہا ہونے کو ہے
پر خدا کا بابِ رحمت بھی تو ، وا ہونے کو ہے

پھیلتی جاتی ہے دینِ حق کی لو جو ہر گھڑی
روشنی کا اک سمندر ، اب دیا ہونے کو ہے

تھے فلک پر جہل و ظلمت کے جو بادَل آگئے
رحمتِ باراں خدا کی ، اب گھٹا ہونے کو ہے

آگیا ہے اب مسیحا ، لے کے مرہم علم کی
جلد آؤ اب مریضوں کو شفا ہونے کو ہے

مانگتے تھے نصرتِ اسلام ، جو اِخلاص سے
ایسے بندوں کی قبول اب ، وہ دُعا ، ہونے کو ہے

پھیلتے جاتے وساوس تھے جو کفرو شرک کے
اب دمِ عیسٰی سے وہ ، ردِّ بلا ہونے کو ہے

طارق آتا ہے زمانہ ، نیک پائیں گے جزا
دیکھ لینا دُشمنوں کو ، اب سزا ہونے کو ہے

آئے گا جو کچھ کیا اک دن ہمارے سامنے

آئے گا جو کچھ کیا اک دن ہمارے سامنے
کوئی کب ٹھہرا بھلا ، دُشمن ہمارے سامنے

آندھیاں چلتی رہیں طوفاں بھی آئے پر ہمیں
کر گیا سر سبز ہر ، ساون ہمارے سامنے

ہم خدا کے فضل سے ، بڑھتے رہے آگے سدا
کام سب ہوتے رہے ، احسن ہمارے سامنے

زعم تھا جس کو بہت ، کرسی مری مضبوط ہے
دار پر اس کے ، کھلے بندھن ، ہمارے سامنے

جن کو اپنی چالبازی پر بڑا ہی ناز تھا
بن گئے وہ ، آگ کا ایندھن ، ہمارے سامنے

تم خزاں سے کیا ڈراؤ گے ہمیں یوں بار بار
پھول پھل سے لد گیا ، گلشن ہمارے سامنے

تم سے ہمدردی کریں ہم ، یا کریں پھر دشمنی
آ گئی ہے اک نئی ، الجھن ہمارے سامنے

کیا حکومت ہے وہ جس پر تم کرو اتنا غرور
ہو رہا ہے ، آمدن ، رفتن ہمارے سامنے

ختم کرنے کے ہو درپے ، تم ہمیں تو سوچ لو
کس کا اب بن جائے گا ، مدفن ہمارے سامنے

چھوڑ دیں گے وہ بھلا کیا ، ہم سے گر کچھ چُوک ہو
وہ لگائیں گے نہ کیا ، قدغن ہمارے سامنے

وہ روا رکھتے نہ تھے جو ہم پہ ڈالیں اک نگاہ
کھول کر بیٹھے ہیں ، اب چلمن ، ہمارے سامنے

طارق اب ہم کیا کہیں ، جب اس نے خود یہ کہہ دیا
اس کی نصرت آئے گی ، فوراً ہمارے سامنے

جب بھی دیکھا اسے دیکھا ہے بڑے پیار کے ساتھ

جب بھی دیکھا اسے دیکھا ہے بڑے پیار کے ساتھ
سامنے اس کے نہ گویا ہوئے اظہار کے ساتھ

کیسے سمجھاؤں تمہیں کیسی تھی لذّت ان میں
وہ جو لمحے مرے گزرے ، مرے دلدار کے ساتھ

چار سُو پھیلا تباہی کا ہے ساماں لیکن
ہے وہی امن میں ، شامل ہے جو ، الدّار کے ساتھ

وہ محبّت کی زباں کیا مجھے سکھلائیں گے
گفتگو جب بھی کریں ، دیکھیں مجھے عار کے ساتھ

وہ جفا کرتے رہے ، میں بھی ستم سہتا رہا
وہ رہے پیچھے ، تو مَیں بڑھ گیا ، رفتار کے ساتھ

آئیں گے حضرتِ عیسیٰ ، جو مسیحا بن کر
کیا سکھائیں گے مجھے ، دین ، وہ تلوار کے ساتھ؟

اس سے بڑھ کر تو کبھی اس نے ستم ڈھایا نہیں
آ گیا گھر پہ مرے ، آج وہ اغیار کے ساتھ

طارق اپنی تو یہی دل سے دعا ہے یا ربّ!
زندگی ایسی گزاریں ، رہیں ، ابرار کے ساتھ

کچھ اپنے دل کا راز بتاؤ گے یا نہیں

کچھ اپنے دل کا راز ، بتاؤ گے یا نہیں
ہمراز ہم کو سچ میں ، بناؤ گے یا نہیں

آئیں گے ہم ، بُلاؤ گے ، تو سر کے بل وہاں
بتلاؤ یہ کہ ، ملنے کو آؤ گے یا نہیں

ہم اپنے اعتماد کا ، کیا کیا ثبوت دیں
اب اور کوئی آگ ، جلاؤ گے یا نہیں

عادی ہیں زخم کھانے کے ، ہم اس کے پیار میں
ترکش سے اور تیر ، چلاؤ گے یا نہیں

ہم پی رہے ہیں میکدے میں کب سے دوستو
ساقی سے تم بھی کہہ دو ، پلاؤ گے یا نہیں

ہیں کتنے بھاری وہ ، کہو ، دیکھے ہیں جو نشاں
کچھ بوجھ دل کا ، ہم سے بٹاؤ گے یا نہیں

کب تک چلو گے، دشت میں پانی لئے بغیر
تم اپنی تشنگی کو ، بجھاؤ گے یا نہیں

عیسیٰ کے انتظار میں کب تک رہو گے تم
تربت پہ اس کی پھول چڑھاؤ گے یا نہیں

وہ آگیا مسیح ، بدلنے تمہارے دل
اب اس کا جشن ، مل کے مناؤ گے یا نہیں

طارق ہوا فریفتہ ، ہے اس کو دیکھ کر
ساغر یہاں سے آپ ، اٹھاؤ گے یا نہیں

جو ظلم کرنے میں ہر کسی پر گیا وہ تُل ہو تو کیا کروں میں

جو ظلم کرنے میں ہر کسی پر ، گیا وہ تُل ہو ، تو کیا کروں میں
جو بالمقابل ہوا خدا کے ، گیا وہ رُل ہو ، تو کیا کروں میں

اداس راتوں میں نیند آئے، تو خواب اس کو ، خراب کر دیں
خموش لمحوں میں، دل کی دھڑکن کا، شوروغل ہو، تو کیا کروں میں

خزاں کے بعد اب بہار آئی ، تو کِھل اُٹھے پھول، پھر چمن میں
گلاب جیسانہ ان میں کوئی ، ہوایک بھی گُل ، تو کیا کروں میں

ہیں چھائے بادَل ، ہوئی ہے بارش ، نسیم رحمت کی ، چل رہی ہے
ہو تم جو محروم ، اور موسم ، گیا ہو گر کُھل ، تو کیا کروں میں

ہے چاند نکلا ، جو چودھویں کا ، جہاں میں ہر سمت ، روشنی ہے
مگر جو ایسے میں ، گھر میں رکھتا ، چراغ گُل ہو، تو کیا کروں میں

زمانہ کہتا ہے ، سُن رہے ہیں ، کہ تم ہو جو ، امن کے ہو قاتل
میں جاؤں ملنے ، تو خود ہی رکھتا ، وہ بند پُل ہو ، تو کیا کروں میں

میں اس کے آگے، جُھکاؤں گردن ، جو مالکِ جسم و جاں ، سبھی کا
بتوں کا عاشق ، اگرچہ طارق ، جہانِ کُل ہو، تو کیا کروں میں

چمن میں آ گئے کب سے بہار کے موسم

چمن میں آ گئے کب سے بہار کے موسم
انہی کی آس لئے راہ تک رہے تھے ہم

اسے علاج تو کرنے دو ، آگیا ہے طبیب
مریضِ عشق سے مایوس کب ہوئے تھے ہم

ہیں آج ہوگئے وہ منبروں پہ قابض لوگ
کہ جن کو دیکھ کے لاحول پڑھ چکے تھے ہم

زباں پہ تا لے لگے اور اذاں بھی بند ہوئی
مگر حقیقتیں کہنے سے کب رکے تھے ہم

اگرچہ ساتھ ہی چلتے رہے ہمارے غم
ہمارے ساتھ تھیں خوشیاں بھی ، جب چلے تھے ہم

مجھے گماں ہو ، کہ صدیاں ہوئی ہیں ، اس سے ملے
اسے لگے ، کہ ابھی کل ہی تو ، ملے تھے ہم

سکون اب کہیں دُنیا میں ہے اگر طارق
وہ ایک در ، جہاں ، دھونی رمائے، بیٹھے تھے ہم

صبا خوشبو کہیں اُس کی دریچے سے چُرا لائی

صبا خوشبو ، کہیں اُس کی ، دریچے سے چُرا لائی
خوشی سے آب دیدہ دل ، نے کی اس کی ، پذیرائی

مرا دل ، کیوں نہ ہو بے چین ، جاؤں میں اسے ملنے
فلک پر دیکھنے مسرور کو ، قوسِ قُزح آئی

زمانے بھر کے لوگوں نے گواہی دی ہے کوئی بھی
نہیں ہے اس سے بڑھ کر ، آشتی کا جگ میں شیدائی

وہ سچ کہنے سے ، گھبراتا نہیں ، دربار میں جا کر
نہ دامن گیر ڈر اس کو ، نہ کوئی خوفِ رُسوائی

جہاں کے بادشاہ اُٹھ کر ، اُسے تعظیم دیتے ہیں
کہاں جھوٹوں کو ملتی ہے ، بھلا یہ، عزّت افزائی

مریضوں کے لئے ، اک درد مندانہ ادا ، اس کی
جہاں تک ہو سکے ، کرتا ہے وہ ، سب کی مسیحائی

پلائے ، چاہت وعرفانِ ربّانی کے ، جام اکثر
اسی کے میکدے سے ، ہم تو رکھتے ہیں ، شناسائی

ہے طارق بھی ، انہی دیوانوں میں شامل ، ہوا کب سے
ہوئے اہلِ خرد ہیں ، عشق میں اس کے ، جو سودائی

دردِ دل کے واسطے محبوب ہونا چاہیے

دردِدل کے واسطے ، محبوب ہونا چاہیے
حالِ دل ، قرطاس پر ، مکتوب ہونا چاہیے

جاتے جاتے ، اس نے ڈالی تھی ، نگہ میری طرف
تیر کھا کر ، اب تو دل ، مضروب ہونا چاہئے

عمر بھر ہم ، اُس کو پانے ، کی سعی ، کرتے رہے
اس کو پانے ، کو مگر ، مجذوب ہونا چاہیے

دُشمنوں نے ، یہ ہوائی ، بھی اُڑائی ، شہر میں
دل لگی کو ، بھی تو چہرہ ، خوب ہونا چاہیے

ہاتھ آ جاتی ہے منزل ، گر رہیں ، ثابت قدم
صبر کرنے ، کے لئے ، ایّوب ہونا چاہیے

بات ہم ، دُنیا میں ، پھیلا کر ، ہی رہتے ، ہیں مگر
واقعہ ، دل کو ذرا ، مرغوب ہونا چاہیے

ہم جُدائی کے تصوّر ، سے ہی گھبراتے رہے
دل کے ہاتھوں ، یوں نہیں ، مغلوب ہونا چاہیے

دل درِ جاناں پہ رکھ کر ، ہم تو طارق آ گئے
کوئی تو اُس شہر میں ، مندوب ہونا چاہیے

ہمیں دریا کنارا ہو گیا ہے

ہمیں دریا کنارا ہو گیا ہے
خدا کا اب سہارا ہو گیا ہے

نظر کیسے ٹھہر جائے کسی پر
ہمیں اُس کا نظارہ ہو گیا ہے

محبّت میں کہیں کیا ہم پہ گزری
ہمیں وہ سب سے پیارا ہو گیا ہے

وہ چمکا ہے مری پلکوں پہ اکثر
مری آنکھوں کا تارا ہو گیا ہے

میں اپنی جان اس پر وار دوں گا
کہو اس کا اشارا ہو گیا ہے

ہے منزل ایک اپنی یا کہ رستہ
سفر میرا تمہارا ہو گیا ہے

خرد کا دیکھ کر انجام اس کو
جنوں میرا گوارا ہو گیا ہے

اداسی کا سبب کیا ہے نہ جانے
وہ دلبر تو ہمارا ہو گیا ہے

کسی کی بات نے دل کو چھوا ہے
کہ سچ کہنے کا یارا ہو گیا ہے

اگر ہو نہ بھروسہ اس پہ طارق
بڑا مشکل گُزارا ہو گیا ہے

دلوں کو فتح کر لینا کرامت ہے عبادت ہے

دلوں کو فتح کر لینا ، کرامت ہے ، عبادت ہے
کسی کے کام آنا بھی، سخاوت ہے ، عبادت ہے

کسی سے تنگ آ کرسوچنا ، اب اس سے کیا ملنا
لگانا پھر گلے سے ، یہ شرافت ہے ، عبادت ہے

کہیں سے رِحمِ مادر کے تعلق سے ، وفا کرنا
کہیں رشتے نبھا لینا ، رفاقت ہے ، عبادت ہے

نہ کہنا حالِ دل اپنا ، فقط دوجے کی ، سن لینا
مرے محبوب میں اتنی ، لطافت ہے ، عبادت ہے

حسینوں نے بھلا اپنے ، چھپا رکھے ، ہیں چہرے کیوں
نقابیں بے خطر رکھنا، نجابت ہے ، عبادت ہے

ہمیشہ پاؤں پر اپنے کھڑے رہنا ، سعی کرنا
صفا مروہ کا ہر چکر ، ریاضت ہے ، عبادت ہے

شہیدانِ وفا پر ، رشک آتا ہے ہمیں طارق
کہ راہِ عشق میں مرنا ، شہادت ہے ، عبادت ہے

اس کے قدموں کا نظر کر کے شمار آئی ہے

اس کے قدموں کا ، نظر ، کر کے شمار آئی ہے
آج پھر گلشنِ احمد میں ، بہار آئی ہے

پھر سے چُومے ہیں قدم ، گلیوں نے ، اُس مہ رُخ کے
ساتھ اک فوج ، فرشتوں کی ، سوار آئی ہے

دیکھ کر اس کو ، یہ احساس ہوا ، فرقت بھی
اس سے ، قربت کے ، تعلّق کو ، نکھار آئی ہے

کہہ تو پایا نہ کبھی ، اُس سے ، محبّت ہے مجھے
بات ویسے ، یہ مرے دل میں ، ہزار آئی ہے

طارق اُس نور کے پیکر نے ، دُعا جب بھی دی
جا کے وہ میرے مقدّر کو ، سنوار آئی ہے

آگیا جس پہ دل یہ میرا ہے

آگیا جس پہ دل ، یہ میرا ہے
میرا اس در پہ ہی ، بسیرا ہے

رات لمبی تھی ، دیر تک سوئے
اب اٹھو ، ہو گیا سویرا ہے

تم سے وابستہ ، سب اجالا ہے
کیوں تمہیں ، سستیوں نے ، گھیرا ہے

وقت نے دی ، نویدِ صبح ، آخر
پھر پرندوں نے ، ساز چھیڑا ہے

کان کھولو ، سنو ندائے سماء
آگیا جو ، مسیح میرا ہے

جو گیا ، آج تک نہیں پلٹا
کس نے حکمِ خدا کو ، پھیرا ہے

اس نے گھر گھر ، دیئے جلائے ہیں
اب کہاں رہ گیا ، اندھیرا ہے

بیٹھو اب اس شجر کی چھاؤں میں
جس کا سایہ ، بڑا گھنیرا ہے

چار سُو فیضِ عام ہو اس کا
حوضِ کوثر پہ ، جس کا ڈیرا ہے

طارق اب چل ، کہ جو تھا تیرے پاس
لوگ کہتے ہیں ، میرا تیرا ہے

میں ترے در پہ چلا آیا ہوں تجھ سے ملنے

میں ترے در پہ چلا آیا ہوں تجھ سے ملنے
میں بُرا ہوں کہ بھلا آیا ہوں تجھ سے ملنے

کیسے بتلاؤں کہ گزرے ہیں یہ لمحے تنہا
دوسرا کوئی نہ تھا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

کچھ ملاقات کے ، آداب ہوا کرتے ہیں
دل ہے نذرانہ لیا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

اور بھی ہیں جو مجھے اپنی طرف کھینچے ہیں
میں کسی کا نہ ہوا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

تجھ پہ سب کچھ ہے فدا ، جان بھی دل بھی اپنا
کرنے اظہارِ وفا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

زندگی ، دن میں بھی ، تاریک ہوئی ہے ، جب سے
رات بھر ، شمع جلا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

کوئی دن تھے کہ ملا کرتے تھے آتے جاتے
وقت وہ خواب ہوا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

چاہیئے تھا ، کوئی اچھا سا بہانہ ، کرتے
مےکدے آکے کہا ، آیا ہوں ، تجھ سے ملنے

کوئی آئے ، تو اسے آکے ، گلے ملتے ہیں
تم سے اتنا نہ ہوا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

تم تو ہر ایک سے ، کہتے ہو یہی بات ، مگر
کس سے یہ تم نے کہا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

جب کوئی رستے میں کانٹا نہ رہا آ پہنچے
طارق آتے ہی کہا ، آیا ہوں تجھ سے ملنے

جب خدا سے کلام آتا ہے

جب خدا سے کلام آتا ہے
آسماں سے تمام آتا ہے

یاد کرتا ہوں اُس گھڑی اُس کو
جب بھی مشکل مقام آتا ہے

کل سرِ رہ تھا جو ملا مُجھ کو
آج اس کا پیام آتا ہے

رونقیں بڑھ گئی ہیں گلیوں کی
شاید اس کا قیام آتا ہے

بزم میں دیکھ کر وہ پیاسا مجھے
کہہ رہے ہیں کہ جام آتا ہے

پھیلی ہر سمت اس کی خوشبو ہے
وہ جو میرا امام آتا ہے

دیکھ کر اس کو کہہ اُٹھی دُنیا
یہ اسی کا غلام آتا ہے

آگیا جو بھی اس کی محفل میں
پھر بہ صد احترام آتا ہے

گفتگو ہو کسی سے کوئی بھی
باربار اس کا نام آتا ہے
دل کو دھوتا ہے قتل کر کے مجھے
اس کو یہ اہتمام آتا ہے

طارق اب اس گلی میں جا بیٹھو
وہ جہاں صبح و شام آتا ہے

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گہر

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گہر
جو چندے آفتاب ہو جو چندے ماہ تاب ہو

جو چال میں وقار ہے ، جمال وحسنِ یار ہے
اسی کے ساتھ تم چلو ، مصاحبِ نواب ہو

زمانے بھر کی نعمتیں ، خدا کرے تمہیں ملیں
قدم قدم دُعا تمھارے ساتھ ، بے حساب ہو

جہاں کہیں بھی تم رہو ، ہمیشہ یوں ہی خوش رہو
خدا کرے نصیب میں تمہارے آب و تاب ہو

چلے چلو ،جو رات ہے یہ کچھ دنوں کی بات ہے
کھُلا ہوا ملے تمہیں ، جو رحمتوں کا باب ہو

رہیں بلند حوصلے ، بڑھاؤ علم اس قدر
سوال ہو اگر کوئی ، جواب لاجواب ہو

اگر ہو ہاتھ میں دُعا ،مرَض رہے نہ لا دوا
اگر ہو ں نفرتیں کہیں ،تمہیں نہ اضطراب ہو

ترقّیاں تمہیں ملیں ، جہاں بھی روزگار ہو
جو کام حوصلے کا ہو ، تمہارا انتخاب ہو

تمہاری خدمتوں سے خوش ، تمہارا رہنُما رہے
ہے وقت بہترین ، جب کہ عالمِ شباب ہو

خدا کے پاک لوگوں کی طرف سے جب صدا آئی

خدا کے پاک لوگوں کی طرف سے جب صدا آئی
وہی آئے ہمیشہ ، جن کی فطرت سے ندِا آئی

ہمارا کام تو آواز دینا ہے سو دیتے ہیں
ہمارے کام دردِ دل سے جو مانگی دُعا آئی

ہمیشہ گردشِ دوراں سے شکوے ان کو رہتے ہیں
جنہیں بیگانگی اوروں کے در پر ہے جُھکا آئی

زمین و آسماں مصروف ہیں دن رات گردش میں
اگر ٹھہریں کسی پل تو سمجھ لینا قضا آئی

وہ آئے سو بہانے کر کے بھی محبوب سے ملنے
ہمیں تو سامنے آنے سے ان کے بھی حیا آئی

محبّت میں ہماری سادگی دیکھو اسے ملنے
چلے آئے نہ سوچا یہ ہمارے دل میں کیا آئی

ملا ہے درد اس کو بھی کہیں طارق جُدائی کا
ہماری جب ،نظر اس کو ، اداسی ، جا بجا آئی

اے حضرتِ عیسیٰ تُو بچانے کے لئے آ

اے حضرتِ عیسیٰ تُو بچانے کے لئے آ
کچھ دیر زمیں پر بھی زمانے کے لئے آ

آ دل کے اندھیروں کو مٹانے کے لیے آ
امّت کے نصیبوں کو جگانے کے لئے آ

امّت تو نہیں تیری یہ پر اس کو گماں ہے
خود سیکھ کے اسلام سکھانے کے لئے آ

ہے کشتیٔ اسلام بھنور میں جو پھنسی ہے
اس ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لئے آ

ہیں تُجھ سے ہی امّید لگائے سبھی بیٹھے
تُو دل کو دلاسہ ہی دلانے کے لئے آ

تُو کاہے کو بیٹھا ہے فلک پر جو یہاں پر
تیری تھی ضرورت تو نبھانے کے لئے آ

جب تُو نہیں آ پایا تو آیا جو مسیحا
سچا ہے وہی دیکھ کے جانے کے لئے آ

آیا ہے ترے نام پہ احمد کا جو بندہ
دی اس نے جو دعوت ہے وہ کھانے کے لئے آ

اب تک تو کوئی دوسرا مہدی نہیں دیکھا
آیا یہی مہدی ہے زمانے کے لئے آ

طارق کہ یہ ایماں تجھے ورثے میں ملا ہے
محروم ہیں جو ان کو بلانے کے لیے آ

ساقیا آمدن عید مبارک بادت

" *ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت "
آپ کی *"عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو"

بیٹھ کر لہروں کے جھولے میں وہ گھر آئے ہیں
منظرِ دید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو

روٹھے دلبر کو منانے کا یہی موقع ہے
اس کی تمہید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو

تم کرو دل کو منوّر ، رُخِ انور اس کا
مثلِ خورشید تو ہے ، چاہے کرو یا نہ کرو

دل کرو صاف ، محبت ہی محبت بانٹو
اس کی تاکید تو ہے ، چاہے کرو یا نہ کرو

عید پر پڑھتے ہیں تکبیریں ، بآوازِ بلند
ربّ کی تحمید تو ہے ، چاہے کرو یا نہ کرو

تم جو کرتے ہو گماں ، ہو گئے مجنوں طارق
عشق ، توحید تو ہے ، چاہے کرو یا نہ کرو

* الہام حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

باب چہارم

﴿ کرونا ﴾

کرونا سے تیری پنہ چاہتا ہوں

کرونا سے تیری پنہ چاہتا ہوں
دعا کر رہا ہوں دوا چاہتا ہوں

چھپی ابتلا میں ، تری کوئی رحمت
مُجھے کھول کر اب دِکھا ، چاہتا ہوں

بہار آئی لے کر ، جہاں میں خزاں جو
شجر سے نہ پتے گِرا ، چاہتا ہوں

بہت ہیرے موتی ، لُٹائے ہیں ہم نے
خزانوں کی اب ہو عطا ، چاہتا ہوں

میں کب تک رہوں گا ، وبا کے کرم پر
جہاں سے اِسے، اب اُٹھا ، چاہتا ہوں

زمانہ سمجھ لے ، تری حکمتوں کو
سبھی کا ، میں دل سے ، بھلا ، چاہتا ہوں

عیاں ہو صداقت زمانے پہ طارق
یہی درد لے کر جیا چاہتا ہوں

ہر شخص اس کے جانے سے گو اشکبار تھا

ہر شخص اس کے جانے سے گو اشکبار تھا
پر مُصطفٰے کی یاد میں یہ دل فِگار تھا

آنکھوں کے سامنے مرے ، چہرہ وہ آگیا
جو سب کا خیر خواہ تھا اور غمگسار تھا

آیا تھا دور سے مگر آگے نکل گیا
میدانِ عشق کا وہ عجب شہسوار تھا

فطرت میں اس کے رکھی تھی، سچائی کی طلب
آیا اسی سبب سے وہ انجام کار تھا

چُھوٹی نہیں نماز ، اُس سے ، کوئی بھی کہیں
یوں بارگاہِ حق کا ، وہ طاعت گزار تھا

ترجیح اُس کی یہ رہی ، مسجد میں ہو نماز
پھیلا ہوا اگرچہ ، اس کا ، کاروبار تھا

ذکرِ حبیب سے سدا رہتے تھے ہونٹ تر
وہ صاف دل ، کھرا تھا ، تہجّد گزار تھا

قربانیوں میں مال کی ، آگے رہا سدا
یوں موصیوں میں ہو گیا ، اس کا شُمار تھا

وہ ہو گیا تھا ایسا خلافت پہ پھر فدا
ہوتا تھا رشک دیکھ کر ، اس کا جو پیار تھا

موقع وہ ڈھونڈتا تھا ، کہ نیکی کہیں ملے
مہماں نواز تھا ، بڑا خدمت گزار تھا

اس پر خدا کے فضل بھی، بے شک بڑے ہوئے
ہر لحظہ شکر کرنے میں ، پاتا قرار تھا

اپنے عمل سے دے گیا بچوں کو یہ مثال
اولاد ، مال ، وقت سب ، دیں پر ، نثار تھا

لہجے میں عاجزی رہی ، خوفِ خدا رہا
تبلیغ کا بھی شوق ، اسے بے شمار تھا

مُشکل ہے اس کی خوبیاں ساری بیان ہوں
گلدستہ تھا، وہ پھولوں پہ، جس کے نکھار تھا

آقا نے اس سے پیار کا اظہار جو کیا
رشکِ چمن ہوا جو خود باغ و بہار تھا

طارق وہ جا ملا اسے ، جو اس کا یار تھا
جنّت کے راستے پہ مرا یارِ غار تھا

گئے ہو تم نہ شبِ امتحان گزری ہے

گئے ہو تم نہ شبِ امتحان گزری ہے
نظر میں درد کی ، وہ داستان گزری ہے

بہت کڑی ہے گھڑی ، یہ غریب لوگوں پر
کہ جن کی زندگی بے سائبان گزری ہے

جو خستہ حال تھے دنیا میں لوگ پہلے ہی
مزید مشکلوں میں ، اُن کی جان گزری ہے

کما کے دن کو جو ، ہر روز پیٹ بھرتے تھے
قیامت ان پہ تو ، ہر ایک آن گزری ہے

امیر لوگوں کا احوال یوں ہی ابتر ہے
کہاں وہ اب ، جو کبھی ، آن بان گزری ہے

بہت سے لوگوں نے یوں زندگی گزاری ہے
حیات و موت کے بس درمیان گزری ہے

تھا بے بسی کا جو عالم ، وہ اب بھی ویسا ہے
گزر گئی جو گھڑی ، بن کے دان گزری ہے

تمھیں تو ، اوروں کو ، بھی ساتھ لے کے ، چلنا ہے
تمہاری زندگی تو ، مہربان گزری ہے

خدا کے قہر میں طارق خُدا نہ یاد آیا
تو بن کے زندگی وہم وگُمان ، گزری ہے

حمد میں ربّ کی گُنگُنائے ہیں

حمد میں ربّ کی گُنگُنائے ہیں
پھر پرندے جو چہچہائے ہیں

ایک مدّت کے بعد ہم بھی آج
مل کے بیٹھے ہیں مُسکرائے ہیں

اس تلطّف پہ اس کا شُکر کریں
جس نے فُرقت کے دِن بِتائے ہیں

رونقیں ہو گئی ہیں شہروں میں
لوگ کاموں پہ لوٹ آئے ہیں

سوچ کر خوشگوار حیرت ہے
کیسے اپنے ہوئے ، پرائے ہیں

کیا سبق ہم نے کوئی سیکھا ہے
یا کہ مکتب سبھی بھلائے ہیں

دُکھ کے صحرا سے لوگ گزرے ہیں
اب بھی باقی ، غموں کے سائے ہیں

شادیاں سادگی سے ہوتی ہیں
فرض یہ ہم نے یوں نبھائے ہیں

یوں ہی وقت آتا جاتا رہتا ہے
لوگ کب اس کو روک پائے ہیں

راہ بھولے ہوؤں کو دکھلانا
ایک نیکی ہے ، سو دکھائے ہیں

کتنے طوفاں یہ روک لیتے ہیں
ہم نے بازو یہ آزمائے ہیں

پہنچے دریا عبور کر کے اب
کشتیاں بھی جلا کے آئے ہیں

جانے کیا وہ اسے سمجھ بیٹھے
ہم نے تو صرف گیت گائے ہیں

ہم نے سادہ سی بات کہہ دی تھی
اس نے خود حاشیے چڑھائے ہیں

طارق اوروں کی بات بھی سُن لو
تُم نے قصّے بہت سُنائے ہیں

اے خُدا اب خود کرونا سے بچا

اے خُدا اب خود کرونا سے بچا
سامنے تیرے ہے میری التجا

اے مِرے محسن مِرے ربّ الوریٰ
کون ہے تیرے سوا مُشکل کُشا

تیرے احساں مرحلہ در مرحلہ
حُسن تیرا مرحبا صد مرحبا

اِس قدر مُجھ پر ہوئے تیرے کرم
گِن سکوں کیسے بھلا تیری عطا

تُو بنا سایہ مِرا ہر دُھوپ میں
ہر اندھیرے میں رہا روشن دیا

ایک اِک لمحہ ہو تیرے شُکر کا
میری ساری زندگی کا مُدّعا

جانے کتنی بار تیرے فضل سے
پا لیا وہ جِس کی خاطر کی دُعا

آج بھی طالب ہوں تیرے فضل کا
ہوں بڑی مُشکل میں کر اِس سے رِہا

بِن ترے دل چین پاتا ہی نہیں
اپنی رحمت کا کوئی جلوہ دِکھا

میرا ہر ذرّہ تری خاطر فدا
میں تِرا ہوں میں ترا ہوں میں تِرا

اب رُخصت سارے خواب ہوئے عِدّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں

اب رُخصت سارے خواب ہوئے ، عِدّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں
ہم ٹھنڈی چھاؤں کھو بیٹھے ، حِدّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں

کوئی آکر درد بٹا لیتا ، سینے سے لگ کر رو لیتے
محبوب ہوا رُخصت جب سے، رِقّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں

کیا دن تھے جب ہم آپس میں ، مل جل کر بیٹھا کرتے تھے
اب اپنے گھر میں یادوں کی ، شدّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں

وہ دن جب کالی راتوں میں ، ہم جُگنو دیکھا کرتے تھے
اب روشن روشن دن میں بھی ، دِقّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں

ہم اک دوجے سے مل کر بھی اشعار سنایا کرتے تھے
طارق کو دیکھ کے شعر سُنیں، نیّت میں بیٹھی ہیں آنکھیں

عید پر گھر ہی رہے کوئی بھی آیا نہ گیا (کرونا)

عید پر گھر ہی رہے کوئی بھی آیا نہ گیا
ان سے ہمّت نہ ہوئی ، ہم سے بلایا نہ گیا

وہ مرے گھر میں اتر آیا مری عید ہوئی
پُر تبسّم وہ حسیں چہرہ ، بُھلایا نہ گیا

ہر طرف اترے ہیں ساماں ، تری ناراضی کے
مان تو جاتا ، مگر تجھ کو منایا نہ گیا

اک تسلسل سے چلا جاتا ہے ماہِ رمضاں
عید کے روز بھی جس گھر میں پکایا نہ گیا

کوئی تو لے کے کہیں اس کا پیام اُترا ہے
کون سا ایسا نشاں ہے ، جو دِکھایا نہ گیا

حشر کے روز جواب اس سے نہ بن پائے گا
کون سچا تھا جسے سُولی چڑھایا نہ گیا

وہ غریبی میں، اسیری میں بھی پائے خوشیاں
غیر کے سامنے جس سر کو جھکایا نہ گیا

میں نے لکھا ہے جو کرونا پر

میں نے لکھا ہے جو کرونا پر
غصّہ آتا ہے اب کرونا پر

ساری بے بس ہوئی ہیں تدبیریں
بس تو چلتا نہیں کرونا پر

حادثہ ، کھیل یا سیاست ہو
نزلہ گرتا ہے اب ، کرونا پر

صدر کوئی ہو یا فقیر کوئی
اس کو بخشے نہ یہ کرونا پر

اب تو دیکھے کوئی یہ کیوں آیا
ہاتھ کوئی تو ہے کرونا پر

اب تو گھبرا کے سب یہ کہتے ہیں
ہے یہ کوئی سزا کرونا پر

رحم کی اب کوئی اپیل کریں
اب اثر ہو کوئی کرونا پر

اب تو مل کر کریں دعا سارے
موت آ جائے اب کرونا پر

طارق اپنی کوئی سبیل کرو
پڑھ کے پھونکو ذرا کرونا پر

ہم ترے شہر میں آئیں بھی تو آئیں کیسے

ہم ترے شہر میں آئیں بھی تو آئیں کیسے
راستے میں ہے بلا ، کرب ہٹائیں کیسے

ان دنوں اور بھی چرچا ہے تری رنجش کا
تُو جو ناراض ہے ، اب تُجھ کو منائیں کیسے

ہم تو بے بس ہیں ، فقط یاد کئے جاتے ہیں
تیرے احسان ہیں اتنے کہ بھلائیں کیسے

ہم تو توبہ کی بھی ، توفیق ، تجھی سے پائیں
ہم ترے در پہ نہ آئیں ، تو نہ آئیں کیسے

تُو نے سب کام ہمارے ، ہیں سنوارے ، ہر دم
اب کے بگڑی کو بنائیں ، تو بنائیں کیسے

راستہ چلتے بھی اب بھیڑ ہوئی جاتی ہے
سانس لینے کی بھی تکلیف ، اٹھائیں کیسے

ہم ترے سامنے جھکتے ہیں تو چین آتا ہے
غیر کے سامنے اب ، سر کو جھکائیں کیسے

طارق اب اس سے کہو ، رحم کی بارش کر دے
تشنہ لب روح کی ، ہم پیاس بجھائیں کیسے

آئے تھے ہم زمیں پہ خزانوں کو ڈھونڈنے
ہم نے زمیں میں کتنے خزانے دبا دیئے

باب پنجم

نظمیں

آزاد نظمیں

متفرّق نظمیں

مرا وطن ہے مری محبت : آزاد نظم

مرا وطن ہے مری محبّت

محبّتوں کے لطیف جذبوں میں ایک جذبہ
حقیقتوں کے عمیق رستوں پہ چل رہی کہکشاں کی صورت

مرا وطن ہے
کہ جس کی مٹی سے
میں نے اپنا جنم لیا تھا
وہی تھی مٹی کھلونے جس کے
بنائے تھے میں نے بچپنے میں
اسی میں کھیلا
اسی پہ پھر ٹاٹ پر بھی بیٹھا
وہیں پڑھا میں
اسی نے پھر گود میں بٹھا کر
اٹھا دیا تھا زمیں سے اوپر

بٹھا دیا کرسیوں کے اوپر
وہیں لکھایا وہیں پڑھایا
وہیں پہ اپنی روایتوں کو
نباہنے کا سلیقہ سیکھا
وہیں تو ہم نے وطن سے اپنی
محبّتوں کے ترانے سیکھے
وہیں پہ سیکھا کہ اُس وطن کو
بنانے والے ہمارے ہی تھے
بزرگ سارے
جنہوں نے سینچا تھا اس زمیں کو
لہو سے اپنے
وہ سرزمیں تا بنے پنہ گاہ
تمام لوگوں کی جن کے بھی حق
غَصَب ہوئے تھے
وہ راہرو تھے کہ ایسے رستوں پہ

چل پڑیں وہ

جہاں پہ ساری صداقتیں ہوں

محبّتیں ہوں، رفاقتیں ہوں

ایک دوجے کی چاہتیں ہوں

مگر ہوا کیا کہ آستینوں میں

سانپ لائے تھے ساتھ اپنے

جو ڈسنے والے تھے اپنے ہی گھر کے باسیوں کو

وہ اپنے کچھ فائدے کی خاطر

تھوڑے سے کچھ ٹکوں کی خاطر

مرے وطن کی حسین مٹی کو بیچتے تھے

دلوں میں وہ نفرتوں کو پالے

مرے وطن کے عظیم لوگوں میں

اپنی نفرت کے بیج سارے

وہ بو رہے تھے۔۔

کہیں اُٹھا پھر، لسانی جھگڑا

کہیں ہوا پھر زبانی جھگڑا
کوئی تھا مسلم کوئی نہیں تھا
کوئی تھا ہندو، کوئی مسیحی
اگرچہ سارے
ہوئے تھے ملکر اسی پہ قرباں
اسی زمیں پر
مگر نہیں تھا انہیں وہی حق
مرے وطن میں اسی زمیں پر
مرے وطن کی حسین مٹی میں
اب بھی لعل و گہر بہت ہیں
بہت سے موتی چمک رہے ہیں دمک رہے ہیں
بہت سے ان میں
اسی زمیں کے جگر کے ٹکڑے، حسین چہرے
جو رہ نہ پائے اسی زمیں پہ
تھے لاڈلے بھی، وہ اپنی ماں کے

کہ اپنی ماں کا تمام دنیا میں نام روشن بھی کر رہے تھے
وطن سے اب میلوں دور بیٹھے
جُدائی کا غم اُٹھا رہے ہیں
یہ سوچتے ہیں کہ کب وہ اپنے
وطن میں رہنے کو جا رہے ہیں
وہ اس کے قدموں میں
اپنی جنت تلاش کرنے کو آ رہے ہیں
وہ آ رہے ہیں وطن کو اپنے
نہ جانے کب وہ؟
نہ جانے کب وہ؟

شہید میرا

(شہدائے احمدیت ڈاکٹر عبد المنان صدیقی
اور ڈاکٹر مہدی علی چودھری کے نام)

جب آنکھیں کھولی تھیں
اس جہاں میں
بہت سے دل بے قرار ہو کر
دھڑک رہے تھے
خوشی سے آنگن دمک رہے تھے
ماں کا سپنا بہت پرانا
وہ روتا ہنستا، وہ شور کرتا، شریر بچہ
وہ سامنے تھا
بہت سے والد کے خواب بھی تھے
جو دل کے اندر جگہ بنائے
تھے آس کا اک دیا جلائے
کہ وہ دیا اب چمک رہا تھا

وہ بڑھ رہا تھا

وہ پڑھ رہا تھا

وہ اس کی آنکھوں میں اپنے سپنوں کو دیکھتے تھے

جوان ہو کر وہ ایک دن

نام ان کا روشن کرے گا جگ میں

وہ اپنی دُھن میں ہی چل رہا تھا

وہ ایک منزل سے دوسری کو جو پا رہا تھا

وہ جا رہا تھا

کہ اُس کے سپنے

جو اُس نے دیکھے تھے دن خوشی کے

وہ آ گئے تھے

وہ پا گیا تھا جو چاہتا تھا

وہ جس کی خاطر ہزار اپنے

لُٹا کے ارماں پہنچ گیا تھا

جہاں پہ جینا وہ چاہتا تھا

کہ خود وہ بانٹے گا زندگی کو
اُداس لوگوں
کے غمزدہ یاس والے چہروں پہ
کوئی رونق وہ لا سکے گا
مگر یہ کیا کہ،
اُسی کے دُشمن وہ ہو گئے تھے
وہ جن کی خاطر
نکل پڑا تھا
تمام اپنے سکوں بھلا کر
چلا گیا تھا
خود ان کے گھر میں
وہ مسکراتا حسین چہرہ
وہ بے ضرر سا محبّتوں کا سفیر چہرہ
کسی کی سفّاکیت کا خود وہ
نشانہ بن کر گرا پڑا تھا

وہ جن کا بن کے گیا تھا خود وہ
مسیحاخوں میں نہا گیا تھا
سکوں میں تھا وہ کہ پا گیا تھا
وہ گود اس کی
جہاں سکوں تھا
وہ دو جہانوں کی ساری دولت کو
پا گیا تھا
شہید میرا
جو میں نے دیکھا یہ سارا منظر
تو میرے اندر کا ایک انساں
بلک رہا تھا
سسک رہا تھا
کہ ایک انساں بنا ہے مظہر
احسن الخالقیں کا جبکہ
وہ دوسرا جو چلا گیا تھا

وہ اسفل السافلیں سے نیچے
کسی گڑھے میں وہ گر گیا تھا
تھے دونوں انساں
مگر جُدا تھے
تھا ایک وہ جس کو اپنے رب کا
دیا پیمبر
مِلا ہوا تھا
اور اک تھا وہ جس کی رہنمائی
اسی خدا کے پیمبروں کا ہی نام لے کر
نفرتوں کے وہ بیج بو کر
لہو سے انساں کی شکل کو
جو بگاڑتا تھا
تھا وہ اندھیرا
تھا وہ سویرا
شہید میرا

شعور میرا

میں یاد کرتا ہوں ان دنوں کو
دریچہ کھولا تھا زندگی میں
شعور کی ابتدا ہوئی تھی
اگرچہ گھر میں
سکون سا تھا غریب گھر میں
جو علم دینے میں اپنے بچوں کو تھے مگن سے
مگر وہ اپنی ہی دُھن میں سارے
یوں جا رہے تھے کہ جیسے کوئی
نہیں ہے مقصد مگر پڑھائی ہی زندگی کا
انہی دنوں میں یہ یاد پڑتا ہے
ریڈیو پر سُنے تھے نغمے
کہ فوج میں ہیں جو لوگ سارے
وہی ہیں ہیرو جو سرحدوں پر

سر کی بازی لگا رہے ہیں ہماری خاطر
زباں پہ اپنے وہی تھے نغمے
کہ پھر سُنایہ کہ جیت لی ہے یہ جنگ ہم نے
شعور کچھ آگے بڑھ گیا تھا
کہ جنگ کا پھر سُنا تھا ہم نے
مگر یہ سُن کر ہوئے تھے حیراں
کہ مُلک دو لخت ہو گیا ہے
ہمارے فوجی بھی رہ گئے تھے
وہیں پہ دُشمن جو آ گیا تھا
انہی دنوں میں نے
یاد پڑتا ہے نظم اپنی بھی اک کہی تھی
مگر وطن میں حکومتیں پھر بدل رہی تھیں
نہ دیکھا پھر کوئی دن سکوں کا
وہی مسائل تھے ملک کے جو
وہ آرہے تھے وہ جا رہے تھے

شعور کچھ آگے بڑھ گیا تھا

نگہ اُٹھا کر ذرا جو دیکھا

تو اور ملکوں میں بھی یہی کچھ تو ہو رہا تھا

وقت اور آگے بڑھ گیا تھا

عراق کی پھر تباہی دیکھی

قذافی کی موت کا وہ منظر

وہاں فلسطیں میں اپنے ہی گھر میں

پِس رہے تھے مکیں وہاں کے

یہاں پہ کشمیر میں مظالم اسی طرح تھے

اسی طرح ہیں

یمن میں ویسا ہی ظلم اب ہے

شام میں بھی ہزاروں جانیں چلی گئی ہیں

لاکھوں انسان دربدر ہیں

گُماں یہی ہے کہ شاید انساں خدا بنا ہے

یہی ہے انساں کہ جس نے اپنی

چھوٹی چھوٹی سی خواہشوں کو خدا بنا کر
اسے نظر سے گِرا دیا ہے
شعور میرا یہ کہہ رہا ہے
یہی ہے انساں کہ جس کی خاطر
خدا نے پیدا کیا جہاں کو

اسلام احمدیت اسلام زندہ باد: ترانہ

اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
خُدا کا نعرہ ہمیں ہر جگہ لگانا ہے
یہ اُس کا دین ہے اس نے تو پھیل جانا ہے
ہمارا کام تو پیغام کا پہنچانا ہے
یہ اُس کا دین ہے اس نے تو پھیل جانا ہے
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد

فساد پھیل رہا ہے جو آج دُنیا میں
ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے دجّال دُنیا میں
بدل رہے ہیں جو حالات ساری دُنیا میں
ہیں ظاہر اِس کی علامات ساری دُنیا میں
مسیح آگیا کہتا یہی زمانہ ہے
یہ اُس کا دین ہے اس نے تو پھیل جانا ہے
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد

خُدا کو بھول گئے ہیں سرور میں آکر
بہت سے ظلم کئے ہیں غرور میں آ کر
کہیں زخمی کو بھی پانی نہ دیا ترسا کر
کہیں شہید کیا بیڑیاں بھی پہنا کر
یہی فرعون کا ہامان کا افسانہ ہے
یہ اُس کا دین ہے اس نے تو پھیل جانا ہے
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد

زمیں پہ ہر جگہ دُشمن نے کی ہے من مانی
سُنایا تُم نہیں مُسلم بہ حکمِ سُلطانی
لگائی آگ کہیں بند کر دیا پانی
نہ آئی راہ میں اِس کے کوئی بھی قُربانی
خُدا کے نُور کو پھونکوں نے کیا بجھانا ہے
یہ اُس کا دین ہے اس نے تو پھیل جانا ہے
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد

کہیں پہ عِلم سے شاداب کر رہے ہیں ہم
کہ بجلی پانی کے اسباب کر رہے ہیں ہم
کہیں پہ مسجدیں آباد کر رہے ہیں ہم
کہ پیاسی رُوحوں کو سیراب کر رہے ہیں ہم
جہاں میں ظلمتوں کو ہم نے اب مٹانا ہے
یہ اُس کا دین ہے اس نے تو پھیل جانا ہے
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد

اگر ہے باقی کہیں کوئی رگ شرافت کی
گواہی ملتی ہے سچوں کی اِس علامت کی
یہی تو بات ہے ممتاز اِس جماعت کی
کہ اِس کے سر پہ رہی ہے رِدا خلافت کی
اُسی کے نُور سے روشن ہوا زمانہ ہے
ہمیں تو ہر جگہ نعرہ یہی لگانا ہے
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد
اسلام احمدیت، اسلام زندہ باد

جو آم آج آئے یہ وہ خاص آم ہیں

جو آم آج آئے یہ وہ خاص آم ہیں
لمحے خوشی کے لائے یہ وہ خاص آم ہیں

ان میں چھپا ہے پیار ،محبّت خلوص بھی
اپنے کریں پرائے ، یہ وہ خاص آم ہیں

آقا کی شفقتوں کا یہ مظہر بنے ہوئے
رحمت جو بن کے آئے ،یہ وہ خاص آم ہیں

یہ بھی گماں تھا آئیں گے شاید نہ اس برس
ہر روک توڑ آئے یہ وہ خاص آم ہیں

خاکِ وطن کی آئے ہیں خوشبو لئے ہوئے
شیریں خدا بنائے ، یہ وہ خاص آم ہیں

آقا کا فیض یوں تو ہر خاص وعام پر ہے
جو اس کے گھر سے آئے یہ وہ خاص آم ہیں

فضلِ خدا ہر ایک آن اس کے سر پہ ہو
طارق نے جس سے پائے یہ وہ خاص آم ہیں

عائشہ کی آج کتنی شان ہے

عائشہ کی آج کتنی شان ہے
ختم اُس نے کر لیا قرآن ہے

اُس کی ماما نے اسے پڑھا دیا
اور پاپا نے بھی کچھ سمجھا دیا

جلدی جلدی اس نے سیکھا ہے اسے
اب وہ پڑھ لیتی ہے سب فر فر اسے

یاد رکھنا بھی ضروری ہے اسے
روز اب پڑھتی رہے گی وہ اسے

جب اسے اچھی طرح وہ سیکھ لے
ترجمہ پھر ہولے ہولے سیکھ لے

ہے رحیم اور وہ خدا رحمان ہے
جس کا یہ بھیجا ہوا فرمان ہے

چاہئے باقاعدہ اس کو پڑھیں
اس کے حکموں کو سبھی ہم جان لیں

رفتہ رفتہ جب سمجھ آ جائے گی
خود ترقّی علم میں آ جائے گی

ہم ہمیشہ اس کو جب رکھیں عزیز
یہ رہے گا بن کے ہم سب کا حفیظ

عائشہ کے بعد واصف اور ہبہٰ
وہ بھی پڑھتے ہیں یہی نورِ ہدیٰ

جلدی جلدی وہ بھی پڑھ لیں گے اسے
یوں پڑھیں گے ، ختم کر لیں گے اسے

زَہرہ اور صفیہ کی باری بعد میں
وہ بھی شامل ہوں گی کارِ سعد میں

آج کرتے ہیں سبھی مل کر دُعا
سارے بچوں کا رہے حافظ خدا

ان پہ اس کے فضل ہوں ہر دم ہمیش
زندگی بھر کوئی مشکل ہو نہ پیش

اے خدا اے میرے پیارے خود سکھا
سارے بچوں کو علوم و اتّقا

اپنی رحمت سے انہیں کر دے عطا
چشمۂ فیضان و عرفان و وفا

ان کے گھر بھر جائیں تیرے نُور سے
رحمتیں لائیں فرشتے دُور سے

فضل اس کے ہم پہ یوں بڑھتے رہیں
ہم خدا کے پیار میں بڑھتے رہیں

کیں مسیحا نے دعائیں جو کبھی
ان کے حق میں بھی وہ پوری ہوں سبھی

ہو مبارک آج کا دن شکر کا
ہم بجا لاتے ہیں سجدہ شکر کا

ہم ہوئے پیدا مسلماں شُکر ہے

ہم ہوئے پیدا مسلماں شکر ہے
ہے خدا کا ہم پہ احساں شکر ہے

صاف کہئے آپ یہ انصاف سے
ہم نے پایا ہے اسے اسلاف سے

لے کے آئیں تو کوئی ایسی نظیر
مل کے بیٹھے ہوں جہاں شاہ و فقیر

کوئی مذہب اور ہے ایسا کہاں
ساتھ جس کے ہو خدائے مہرباں

عدل کی احسان کی تعلیم ہے
اقربا سب کی یہاں تعظیم ہے

خیر اور شر دونوں نے پکڑے ہیں ہاتھ
فیصلہ کرنا ہے جائیں کس کے ساتھ

ہیں مسلماں بچ کے چلنا ہے ہمیں
دور سب فحشا سے رہنا ہے ہمیں

ہم نہی منکر سے جب کر پائیں گے
تب بغاوت سے بھی باز آ جائیں گے

سب سے بڑھ کر یہ خدا کا فضل ہے
زندگی میں ہر قدم پر عدل ہے

ہیں حقوق اپنے مگر ہیں فرض بھی
ہم پہ ہے ماں باپ کا کچھ قرض بھی

تربیت کرنی ہے جو اولاد کی
ہو نمونہ زندگی افراد کی

امتحاں اپنا سدا لیتے رہیں
جائزہ صبح و مسا لیتے رہیں

ہم عمل پیرا ہوں اس تعلیم پر
دوسروں پر اس کا تب ہو گا اثر

ہو دعا سب سے بڑا ہتھیار جب
وقتِ رُخصت ساتھ ہوں ابرار سب

زندگی کا مدّعا پانے کے ہیں کیا کیا طریق

زندگی کا مدّعا پانے کے ہیں کیا کیا طریق
ہو عطا کیونکر لقا ، وہ کیا وسائل ہیں دقیق

گر خدا تک ہو پہنچنا ، وہ اٹھانے ہیں قدم
جو کہ سورہ فاتحہ میں روز و شب پڑھتے ہیں ہم

سب سے پہلے تو ضروری ہے کہ یہ عرفان ہو
قادرِ مطلق ہمارا ہے خُدا ، ایمان ہو

یہ نہ ہو پتھر، پرندہ یا کوئی حیوان ہو
جس پہ ہم ایمان رکھتے ہوں کوئی انسان ہو

جو کبھی اپنے لئے کچھ کر نہ پائے وہ بھلا
کیا کرے گا گر ہماری سُن بھی لے وہ التجا

حسن اور احساں کریں مرعوب ہر انسان کو
جس جگہ دونوں وہیں پر پیار کا امکان ہو

جلوۂ حُسنِ خدا ہر چیز میں پائیں گے ہم
حسن اُس کا کھینچ لے گا جس طرف جائیں گے ہم

اُس کے جو احسان ہیں ہم پر نہیں ان کا شُمار
یاد جب ان کو کریں، دل پھر کہاں پائے قرار

اپنی کوشش سے کوئی کیسے پہنچ پائے کہیں
ہاں دعا کو وہ عموما مسترد کرتا نہیں

عزم اُس کی ہی عبادت کا جو کر پائیں گے ہم
اُس کی پھر مخلوق کی خاطر اُٹھائیں گے قدم

جو صلاحیّت ملی ہے ، اُس کو نعمت جان لیں
خدمتِ انساں کی ہم ، اچھی طرح سے ٹھان لیں

پھر خدا سے مانگ لیں تو استعانت بھی ملے
چاہئے جو اس عمل پر استقامت بھی ملے

ہم بلا خوف و خطر چلتے رہیں اس راہ پر
پاگئے انعام جو پہلے ، ہو ان کی چاہ، گر

صحبتِ صالح میسّر ہو ہمیں ہر حال میں
چھوڑ دیں جو بد اثر رکھتے ہوں قیل و قال میں

پھر جب آئے گا خدا کا فضل مانندِ بہار
جان لیں گے ہم مخاطب ہو گا وہ پروردگار

نماز میں لذّت کے حصول کا طریق

ہم کیا کریں اگر خدا کا پیار چاہیئے

ہم کیا کریں اگر خدا کا پیار چاہیئے
لذّت نماز کی ہمیں ہر بار چاہیئے

اُس کے حضور جانے سے پہلے وضو کریں
پاکیزگی کا اس طرح اظہار چاہیئے

قُربِ خدا اسے ملے دھوئے جو اپنا دل
دھونے کو اس کے نور ہی کی دھار چاہیئے

گر چاہتے ہیں روح کی پاکیزگی ملے
نفرت بدی سے ، نیکیوں سے پیار چاہیئے

توبہ کریں گناہوں سے اس کے حضور میں
ہوں عفو کے بھی اس سے طلبگار چاہیئے

واحد ہے لا شریک ہے جو لا زوال ہے
دل سے رہیں اسی کے وفا دار ، چاہیئے

جھوٹ اور زنا ، خیانت و ظلم و فساد سے
فسق و فجور سے پرے کردار چاہیے

جوشوں میں نفس کے بھی ، رکھیں اس قدر خیال
کوئی نہ ہو زیادتی کا بار ، چاہیے

کبر و غرور چھوڑ دیں ،ڈر سے خدا کے ہم
خوش خلقی ، عاجزی کا بھی اظہار چاہیے

راضی رہیں خدا کی رضا پر ہمیش ہم
راحت ملے یا رنج ہو ، دلدار چاہیے

باقاعدہ نماز کا جب کر لیں التزام
نفلوں کا اہتمام لگا تار چاہیے

بخشش کریں طلب جو ہو ذکرِ حبیب بھی
اس پر درود بھیجیں کئی بار ، چاہیے

تب جاکے ہم خدا کی محبت سے پائیں گے
وہ لطف جس سے روح بھی سرشار چاہیے

یاد اس کی نعمتوں کو کریں ہم جو پیار سے
ہر بار اس کے شکر کا اظہار چاہیئے

الفاظ پھر ادا کریں جو ہم نماز میں
مطلب پہ غور بھی تو لگا تار چاہیئے

واحد ہے اپنی ذات میں ایسا حسین ہے
اس کا اثر بھی دل پہ نمو دار چاہیئے

رب کی صفات کا جو کریں ذکر سوچ لیں
بندے میں اس کو ایسا ہی کردار چاہیئے

بندے بنیں گے اس کے تب اس کی نگاہ میں
مخلوق سے بھی اس کی ، کریں پیار چاہیئے

ثابت قدم بھی ہم رہیں نیکی کے کام میں
ہوں بد رفیق سے بھی خبر دار چاہیئے

جب ہم جھکیں تو عظمتِ باری بھی دل میں ہو
سجدے میں گر کے عجز دلِ زار چاہیئے

بیٹھیں تو پیش کرنے کو تحفے بھی ساتھ ہوں
دیں اُس کو مال جب ہو خریدار چاہیئے

بھیجیں گے جب سلام ، شہِ دو جہان پر
خود بھی سلام کا بنیں حقدار چاہیئے

کچھ مانگنے سے پہلے جو بھیجیں درود ہم
مل جائے گا ہمیں جو وہ دلدار چاہیئے

جب اس طرح سے ہوں گی نمازیں ہماری سب
مل جائے گا ہمیں جو میرے یار چاہیئے

کوئی کفّارہ نہیں دیتا گناہوں سے نجات

کوئی کفّارہ نہیں دیتا گناہوں سے نجات
کان سننے کے ہوں جس کے وہ سنے گا میری بات

زید کے ہو درد سر میں، بکر لے آنکھوں کو پھوڑ
درد سے پھر زید پا جائے بھلا کیسے نجات

ہاں اگر کفّارہ دے سکتا گناہوں سے نجات
پاک ہو جاتی نہ پھر ،یورپ کے لوگوں کی حیات؟

ہر طرف ابرِ گنہ کو دیکھ کر ایسا لگے
اس عقیدے سے گناہوں کی طرف ہے التفات

سب نے دنیا سے ہے جانا اپنے ہی عملوں کے ساتھ
کیا بھلا ہو گر ملے ہم کو صلیبوں سے نجات

دل یقیناً پاک ہو سکتا ہے گر ہو گا یقیں
پیش ہونا ہے خدا کے سامنے ، بعدِ وفات

جب یقیں میں دل ترقّی کی طرف ہو گامزن
وہ گنہ سے پاک ہوگا دیں پہ ہو جس کا ثبات

علم سے پائے یقیں جیسے، دُھویں سے آگ پر
ہو سماعت کا تواتر، ہو کوئی معقول بات

فطرتِ انساں بھی سمجھے فرق سچ اور جھوٹ میں
دیکھ لو تعلیمِ قرآں میں ہیں فطرت کے نکات

جس کو ہو جائے خدا کی ذات پر علم الیقیں
سوچتا ہے کس نے پیدا کی یہ ساری کائنات

پر یقیں جو علم سے حاصل ہو وہ پختہ نہیں
خود نہ دیکھے آنکھ سے جب تک وہ سارے معجزات

جب تلک دیدار ہو گُفتار کی صورت تو ہو
ہے خدا زندہ اگر، کرتا یقیناً ہے وہ بات

اس خدا نے جب یہ بتلایا صراطِ مستقیم
اِس پہ چل کر ، اُس سے باتیں ، کیا نہیں ہیں ممکنات؟

اُس کو سن کر ، گر ہوا عین الیقیں ،تو خوب ہے
آخری درجہ تو ہے حقّ الیقیں کے تجربات

آزمائش ، ابتلا ہوں گے قضا و قدر کے
لوگ جب پیچھے پڑیں گے تلخ ہو گی پھر حیات

صبر سے جو کام لیں گے امتحاں کے وقت میں
پھر صدا آئے گی اب میری رضا ہے تیرے سات

تُو مرے بندوں میں داخل ہے مری جنّت میں چل
ڈر نہیں تُجھ کو ، ابد تک پا گیا ہے تُو حیات

وہ تو آ گئے ملنے گھر

وہ تو آ گئے ملنے گھر
ہم نے بات نبھا لی پر

رہتے کچھ بیمار ہیں وہ
ہونٹوں پر تھی لالی پر

ہم سے کتنے ڈھیر ہوئے
صورت بھولی بھالی پر

پہنے اس نے کپڑے تنگ
جیکٹ ڈھیلی ڈھالی پر

پردہ اس نے کھینچ لیا
کھُلی رکھی تھی جالی پر

ہم تو سودا کر بیٹھے
اڑ گئے گوری کالی پر

عزّت سب کو پیاری تھی
ہم نے بات تھی ٹالی پر

جاتے جاتے لے گئے وہ
میرے گھر سے تھالی پر

دولہا بن کر خوش تھے وہ
جوتے لے گئی سالی پر

کی تھی بات محبّت سے
وہ تو آ گئے گالی پر

دھمکی دیں بندوق مری
وہ بھی ہے دونالی پر

زیور سارا لائے تھے
چھوڑ آ وہ بالی پر

کتنے سپنے دیکھے تھے
رہ گئے سارے خالی پر

ہم تو کھل کر بات کہیں
تم نے دل میں پالی پر

کہتے سیدھی بات ہمیں
کاہے ضد کر ڈالی پر

چھت پر دانہ ڈالا تھا
آ بیٹھے وہ ڈالی پر

توڑے تھے پھل لوگوں نے
برق گری ہے مالی پر

شعر ہمارے اچھے ہیں
لکھیں حسرت حالی پر

مل گئے ہم کو سستے میں
قیمت تھی گو غالی پر

کیسے کیسے لوگ یہاں
کچھ ارزاں کچھ عالی پر

داد تو یوں بھی دیتے ہیں
آہ بھریں وہ تالی پر

شعر سُخن اور وہ توبہ
سُنتے ہیں قوّالی پر

پہلے بات کو غور سے سُن
پھر تُو بیٹھ جُگالی پر

بارش جب سے برسی ہے
ہم بیٹھے ہریالی پر

طارق یار تو چھوڑ گئے
ربّ ہے میرا والی پر

متفرق قطعات

اور اشعار

قطعہ

لے گئے ہیں کچھ صحافی مجھ سے میری داستاں
اب یقیں ہے میں بھی کُچھ کہنے کی قُدرت پاؤں گا
کیا عجب تصویر لگ جائے گی تھانے میں کہیں
اک نجومی نے بتایا تھا کہ شُہرت پاؤں گا

قطعہ

میرے شعروں میں بحرِ تلاطم رواں
نغمگی شستگی میں ہے سب داستاں
چشمِ تر کر رہی ہے جو آہ و فغاں
مُسکراہٹ بکھیرے ہے لُطفِ بیاں
ہے وہی نقش دل پر جو تصویر ہے
دل پہ کرتی اثر میری تحریر ہے

تصویر بتاں ضبطِ تخیل میں کہاں ہے

تصویرِ بتُاں ضبطِ تخیّل میں کہاں ہے
اک شعلۂ جوّالہ کی فطرت کا بیاں ہے
کہنے کو تو مہتاب سا چہرہ ہے مگر وہ
بولے تو لگے مہر کی گرمی کا سماں ہے

وہ ہاتھ دھو کے پیچھے مرے پڑ گئے ہیں کیوں

وہ ہاتھ دھو کے پیچھے مرے پڑ گئے ہیں کیوں
اچھے بھلے تھے آج انہیں کیا ہوا جنوں
پوچھا جو میں نے ان سے کہ احوال کچھ کہیں
شاعر ہیں کہہ رہے ہیں غزل ان کی میں سنوں

شعر

گو کہے عطّار خوشبو کوئی اس جیسی کہاں

عطر کی خوشبو بتائے خود کہ میں رکھی کہاں

نفرت کے بیج بو کے تو کاٹے گا کوئی کیا
ہم پھر بھی پیار بانٹیں گے زخمی دلوں کے ساتھ

ہم فجر کی دعا میں اسے ڈھونڈتے رہے
وہ پا گیا اسے جو تہجّد گزار تھا

مجھے لگے کہ ہیں صدیاں ہوئیں ملے اس سے
کہے وہ یہ کہ ابھی کل ہی تو ملے تھے ہم

پنجابی شاعری

سچّی گل نوں جی کرداای دویں نہ موتی رول

سچّی گل نوں جی کر دا ای دویں نہ موتی رول
کنداں پچھے کنّ بتھیرے ، ہَولی بولیں بول

کون اے جیہڑا یار مُقابل اُچّا بولے بول
ہاماناں فِرعوناں ورگے دِتّے ربّ نے رول

گھُپ ہنیرے دے وِچ رَیہہ کے اکھیاں ویکھن چھڈیا
نئیں تے لوکو چَنّ آیا سی چانن وی سی کول

آسے پاسے چھوّی کہاڑے کِنّوں زخم وکھاواں
ٹھنڈِیّاں ہاواں ہَو کے بَھر ناں جاندیاں ربّ دے کول

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"
طارق ربّ دے تیرے لئی نے کنّے مٹھے بول

اساں پایاں پینگاں پیار دیاں، سانوں رہن اُڈیکاں یار دیاں

اساں پایاں پینگاں پیار دیاں ، سانوں رہن اُڈیکاں یار دیاں
اونہوں ویکھ کلیجے ٹھنڈ پیندی ، رُتاں اوندیاں فیر بہار دیاں

جدوں آوے سوہنا یار سجن ، اوہ جھاتیاں مار کے کہندے نیں
ایہہ کیس مٹی دا بنیا اے ، جِدے اگّے قوماں ہار دیاں

اوہدے سُکھ وکھرے، اوہدے دُکھ وکھرے، اوہدا اُٹھنا بیہناں ہور ای اے
اوہدی تانگ کھلو کے ربّ اگے ، میں ساری رات گزار دیاں

جدوں دُنیا وچ ہنیرا سی ، ہر پاسے ظلم دا گھیرا سی
اک سورج چڑھیا رحمت دا ، کیہہ گلّاں اُوس چمکار دیاں

اوہنے یار دا مُکھ وِکھا دِتّا ، سب کھول کے وی سمجھا دِتّا
نئیں اوہدے ورگا ہور کوئی ،نئیں رِیساں اوس سرکار دیاں

میں ویکھاں اوسدے بُوہے ولّ ، جد وی اوکھا ویلا آوے
اوہ پیّاں نظراں پیار دیاں ، مِری ڈبّدی بیڑی تار دیاں

کیہہ گلّ کراں میں کیہہ آکھاں ، میں کِسراں اونھوں سمجھاواں
نئیں ریہہ سکدا میں تیرے بناں ، ہُن کر گلّاں دیدار دیاں

توں وی عاشق ہو جا اوہدا ، جے اونہوں جاناں چاہوَنا ایں
ایہہ گلّاں دل دیاں گلّاں نیں ، نئیں دنیا دے دربار دیاں

ساڈے سارے جذبے سانجھے ہَن، اسی عاشق سارے اِکّو جیہے

ساڈے سارے جذبے سانجھے ہَن ،اسی عاشق سارے اِکّو جیہے
اسی حشر دیہاڑے تر جایئے ، جے اوہدے در تے وِچھے رہیے

کَج اَنّے بولے ہو گئے نیں ، کَج راہواں وچ کھلو گئے نیں
کِیہ گونگا گل کَرے سچی ، او خوش اَیہ جیہڑا جتھے رہیے

اسی ڈُونگیاں گلاں کر دے نئیں، پر حق دی گل توں ڈر دے نئیں
ہتھ اودے ہتھ وِچ دے دِتا ، فِر کِی فَیدا جے پِچھے رہیے

ایہ روکن ساڈیاں بانگاں نوں ، ایہ ٹُرپئے ڈھاوَن، مسیتاں نوں
اسی وَد گئے ساری دُنیا تے ، ایہہ رَیہہ گئے جتھے، جتھے رہیے

اسی رُکھ ہرے، ساڈی گُوڑی چھاں ، ساڈے اُتے پکھی بیہن سدا
اسی بُوٹے آں پھلدار اجئے ، ساڈا مالی اُتّے سِر دے رہے

ساڈا وَیر تے پیار خُدا دے لئی ، ساڈی جان نچھاور یار دے لئی
کِتے قہر خُدا دا ٹا لن لئی ، ساڈے کَنّے ہنجُو کِر دے رہے

اسی آپ گواہ نشاناں دے ،مہدی دیاں اُچیاں شاناں دے
اساں ڈِگدے ویکھے تھم کئی ، اوہ حاکم طارق کِتھے رہے

خورے کیہڑے پاپڑ ویل کے تیرے کول او آیا سی

خورے کیہڑے پاپڑ ویل کے تیرے کول او آیا سی
توں وی اونہوں گھا نہ پایا ،کیہڑا ماں دا جایا سی

اگے پچھے لوکیں ایویں گلاں کر دے پھر دے نیں
اونہوں کیہڑے پھمّن لگّے توں کیوں رولا پایا سی

لوکیں جانن کِیہ ایہہ گلّاں دل دے ہتھوں رُڑ گئے کیوں
اینہے سارے لوک جنہاں نیں عشق دا پھا، گل پایا سی

منجی ڈاکے ،ایویں بیہہ کے ، ربّ تے راضی ہوندا نئیں
او تے ویکھے کنّے کنّے ، جا کے دکھ ونڈایا سی

پھٹ تے سارے ہرے نیں فِر وی جپھی پا کے ملدا اے
لگدا اے کوئی نواں سیاپا پون نوں ایدھر آیا سی

دُنیا نال محبّت کر کے کج وی تیرا بننا نئیں
نال ترے تے اوہو ای جانا جیہڑا نال لیایا سی

طارق یار نہ ملدا جنگل دے وِچ تسبی کر کر کے
تَر گیا جیہڑا اوکھے ویلے،لوکاں دے کّم آیا سی

میں وی گلّ ودھائی رکھی

میں وی گلّ ودھائی رکھی
پیار دی پینگ چڑھائی رکھی

اوہنے وی فر ساتھ ناں چھڈیا
میں وی جپھی پائی رکھی

کلّے بیہہ کے نمّوں جھانے
اینویں اکھ تَریائی رکھی

بہانے بہانے گلّاں کر کے
میں وی ٹَوہر بنائی رکھی

لوکیں سڑ دے پیار دی فِروی
اَگ دلاں وِچ لائی رکھی

کاہنوں میں وی اوکھا ہویا
دل دی گلّ لُکائی رکھی

ڈاروں کُھنج کے آیا پنچھی
اوہدے لئی سی پھاہی رکھی

ٹردا جانواں نیویں پا کے
لوکاں تے کھپ پائی رکھی

طارق تیتھوں کاہدا اولھا
یار نیں گلّ بنائی رکھی

???

اختتام

ایک ضروری اطلاع

اس کتاب کو ابتدائی طور پر ایک ہی جلد میں شائع کیا گیا تھا تاہم کتاب کی ضخامت کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ اس کے دو حصّے کر دیئے جائیں۔

دوسرا حصہ غزلیات پر مشتمل ہے اور

نصیبِ چارہ گری ﴿لبِّ لباب حصّہ دوم﴾ کے نام سے دستیاب ہے



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ سندھ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یوکے سے منسلک ہیں۔ شاعری سے دلچسپی تو طالبِ علمی سے تھی لیکن باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ لبِّ لباب ان کا پہلا مجموعہ کلام ہے



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والد کے ساتھ سندھ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ شاعری سے دلچسپی تو طالبِ علمی سے تھی لیکن باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ لبِّ لباب ان کا پہلا مجموعہ کلام ہے۔